من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

تذکرہ
فقیہ اعظم

مولانا الحاج الحافظ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلی رحمہ اللہ تعالیٰ

تصنیف: مجیب احمد

ملنے کا پتہ

مکتبہ اشرفیہ مریدکے (شیخوپورہ) پاکستان

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ

یااللہ کتاب نمبر: ______ یارسول اللہ
ذخیرہ کتب
میثم عباس قادری رضوی

تذکرہ
فقیہ اعظم

مولانا الحاج الحافظ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلی رحمہ اللہ تعالیٰ

تصنیف: مجیب احمد

ناشر: محمد منشا تابش قصوری

ملنے کا پتہ

مکتبہ اشرفیہ مریدکے (شیخوپورہ) پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	تذکرہ فقیہ اعظم (رحمہ اللہ)
مصنف	مجیب احمد
ناشر	محمد منشا تابش قصوری
سن اشاعت	ذوالحج ۱۴۱۴ھ / مئی ۱۹۹۴ء
تعداد	۱۱ سو
مطبع	یوسف عمر پرنٹرز اندرون بھاٹی گیٹ لاہور
کمپوزنگ	انقلاب آئی' بی' ایم کمپوزر' راولپنڈی
قیمت	۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ اشرفیہ مرید کے شیخوپورہ

انتساب

اپنے
اساتذہ کرام
کے نام

مصنف

مجیب احمد ۲۳ مئی ۱۹۶۴ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۰ء میں آئیڈیل کیمبرج سکول، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی سے میٹرک کیا۔ چار سال تک گورنمنٹ کالج، راولپنڈی میں زیر تعلیم رہے۔ اس دوران ۱۹۸۲ء میں ایف۔ایس۔ سی اور ۱۹۸۵ء میں بی۔ ایس۔ سی کی۔ قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد کے شعبہ تاریخ سے جون ۱۹۸۸ء میں ایم۔ ایس۔ سی اور مارچ ۱۹۹۱ء میں ایم۔ فل کی ڈگریاں حاصل کیں۔ مصنف ان دنوں ایف جی ڈگری کالج، گوجرانوالہ چھاؤنی کے شعبہ تاریخ سے بطور لیکچرار منسلک ہیں۔

"جمعیت علمائے پاکستان : 1979 -- 1948 "

(انگریزی) بھی ان کی تصنیف کردہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ستمبر ۱۹۸۲ء میں روزنامہ "نوائے وقت" (راولپنڈی) میں حضرت فقیہ اعظم مولانا ابویوسف محمد شریف محدث کوٹلوی کے بارے میں تعارفی مضمون شائع کرانے کے بعد، مجھے حضرت فقیہ اعظم کے حالات و خدمات اور شخصیت کے بارے میں مزید تحقیق کرنے کا خیال آیا۔ اپریل ۱۹۸۸ء میں باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت، میں نے اس سلسلے میں تحقیقی مواد اکٹھا کرنا اور اسے ترتیب دینا شروع کیا۔ چنانچہ مذکورہ بالا مضمون کے علاوہ، حضرت فقیہ اعظم کے بارے میں میرے مزید تین مضمون ماہنامہ "ماہ طیبہ" (سیالکوٹ)، ماہنامہ "ضیائے حرم" (لاہور) اور سالنامہ "معارف رضا" (کراچی) میں شائع ہوئے۔ جس کی وجہ سے حضرت فقیہ اعظم جیسی 'بھولی بسری' شخصیت کا ملک کے علمی حلقوں میں از سرنو تعارف ہوا۔

'اپنوں' سے زیادہ 'غیروں' کی مہربانیوں، تعاون اور رہنمائی کی بدولت میرے پاس اتنا تحقیقی مواد جمع ہو گیا جس کو بنیاد بناتے ہوئے، "تذکرہ فقیہ اعظم" کو ترتیب دیا جاسکا۔ یہاں ایک بات کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ، زیر نظر کتاب، حضرت فقیہ اعظم کی سوانح عمری نہیں بلکہ محض تذکرہ ہے۔ اہل علم سوانح عمری اور تذکرہ میں موجود فرق کو بخوبی جانتے ہیں۔

پاکستان کے دینی حلقوں کی طرف سے شائع ہونے والی سوانح حیات اور تذکروں میں اکثر یہ خامی ہوتی ہے کہ ان میں تحقیق کے بنیادی اصولوں کو یکسر نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ کتنی ہی اہم اور نئی بات کیوں نہ ہو، ماہ و سال اور مقام کا ذکر کئے بغیر بیان کر دی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ اس کے ماخذ کا حوالہ بھی نہیں دیا جاتا۔ "تذکرہ فقیہ اعظم" میں جن ماخذ کا ذکر آیا ہے، وہ زیادہ تر انہی حلقوں کی طرف سے شائع شدہ لٹریچر پر مشتمل ہیں۔ اس لئے کسی واقعہ کا سن وقوع اور مقام کا صحیح طور پر تعین کرنا، میرے لئے سخت مشکل امر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فقیہ اعظم کے بارے میں کئی اہم اور بنیادی باتوں، مثلاً ان کے خاندانی پس منظر، اساتذہ کرام کے نام، مناظروں کی تفصیلات وغیرہ کا واضح طور پر بیان نہیں ہو سکا ہے۔ تاہم ان تمام مشکلات کے باوجود، میں نے پوری کوشش کی ہے کہ حضرت فقیہ اعظم کی ہمہ جہت شخصیت کے بارے میں یہ چند صفحات، اس طرح مرتب کروں کہ، آئندہ اگر کوئی حضرت فقیہ

اعظم کی سوانح عمری لکھے تو' اس کے لئے یہ تذکرہ پہلا اور بنیادی ماخذ کا کام دے سکے۔

تذکرے کی تکمیل اور اشاعت کے مختلف مراحل میں مجھے کئی بزرگوں اور دوستوں کا تعاون حاصل رہا۔ میں ان تمام احباب کا شکرگزار ہوں۔ سلطان الواعظین حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر مد ظلہ العالی کا خصوصی طور پر شکرگزار ہوں کہ' باوجود ناسازی طبع کے' آپ نے مسودہ پر نظرثانی فرمائی اور اس کی اشاعت کی اجازت دی۔ ان کے علاوہ میں' سید عابد حسین شاہ (پنجمبی' چوا سیدن شاہ' چکوال) اور مولانا محمد فضل الدین قادری (کھاریاں) کے علمی تعاون اور رہنمائی کے لئے ممنون ہوں۔ جناب محمد یوسف حسن (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو' گورنمنٹ کالج' راولپنڈی) نے مسودے کی زبان و بیان کی درستگی کی' اس کے لئے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں رہنمائی اور دلچسپی کا جس قدر اظہار' راجہ محمد طاہر رضوی (جہلم) نے کیا' اس کے لئے میں ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حضرت فقیہ اعظم کے عقیدت مندوں اور اہل کوٹلی لوہاراں (غربی)' خصوصاً جناب شفیق جاوید کا ممنون ہوں کہ انہوں نے تحقیقی مواد کی تلاشی اور فراہمی میں بے حد تعاون کیا۔

یکم جنوری ۱۹۹۴ء

مجیب احمد

راولپنڈی

فہرست مضامین

انتساب		۳
پیش لفظ		۵
باب اول	سیالکوٹ .... تاریخ کے آئینے میں	۹
باب دوم	مولوی محمد شریف سے فقیہ اعظم تک	۱۷
باب سوم	حضرت فقیہ اعظم میدان عمل میں	۳۷
○	مذہبی جلسے ' مناظرے ' سیاست	
○	روحانیت ' طب و حکمت	
باب چہارم	علمی خدمات	۵۵
○	تصانیف ' مضامین	
○	فتاویٰ ' شاعری	
باب پنجم	شخصیت	۸۳
○	معمولات ' ہم عصر علماء و مشائخ	
○	کرامات ' ملفوظات '	
باب ششم	وصال	۹۷
○	مزار کی تعمیر ' عرس	
○	منقبت	
ضمیمہ - ۱	"السند والاجازۃ"	۱۰۵
ضمیمہ - ۲	"شجرۃ المشائخ النقشبندیہ المجددیہ"	۱۰۷
خاندان شریفی		۱۰۹
ماخذ / مراجع		۱۱۱

باب: اول

سیالکوٹ ------- تاریخ کے آئینے میں

پنجاب میں اسلام کی آمد پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں ہوئی۔ مگر اسلام کا فروغ اس صدی کے آخر میں ہوا۔ چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی ہجری کی ابتداء میں پنجاب میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت بڑے زور و شور سے ہونے لگی۔ چھٹی' ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری پنجاب میں اشاعت اسلام کے حوالے سے نہایت اہم ہیں۔ پنجاب میں اشاعت اسلام کی جہاں سیاسی اور سماجی وجوہات ہیں' وہیں اس سلسلے میں علمائے کرام اور مشائخ عظام کی عظیم خدمات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان بزرگ ہستیوں نے اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر میں اپنے الگ الگ طریقوں سے پنجاب کے گوشے گوشے کو نور اسلام سے منور کیا۔ پنجاب کے شہر ملتان' جھنگ' لاہور' پاک پٹن' بہاولپور اور سیالکوٹ ان علمی' روحانی اور تبلیغی سرگرمیوں کے اہم مراکز تھے۔

آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے راجہ سل یا سلا نے دریائے راوی اور چناب کے درمیان سیالکوٹ کی بنیاد رکھی۔ راجہ کے خاندان نے تقریباً پندرہ سو سال تک سیالکوٹ پر حکومت کی۔ جس کے دوران سیالکوٹ نے بہت ترقی کی۔ ۳۲۳ سال قبل مسیح (ق-م) سکندر اعظم (۳۵۶ - ۳۲۳ ق-م) کے ہمراہ' جو مورخ پنجاب آئے تھے' ان کے مطابق تقریباً تیرہ سو سال (ق-م) ایک زبردست سیلاب کے آنے کی وجہ سے سیالکوٹ غرق ہو گیا اور کافی عرصے تک یہ تاریخ کے اوراق سے غائب رہا۔ ۲۵۰ (ق-م) کے لگ بھگ راجہ منسن در یہاں کا حکمران بنا اور تقریباً پندرہ سال تک حکومت کرتا رہا۔ راجہ منسن در کے بعد کشمیر کا راجہ سوم دت سیالکوٹ پر قابض ہو گیا جس کے عہد میں سیالکوٹ نے صنعتی لحاظ سے بہت ترقی کی۔(۱)

راجہ سوم دت کو تخت نشین ہوئے ابھی کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ اوجن کے راجہ وکرمادیت نے سیالکوٹ پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ اس بیرونی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لئے راجہ سوم دت نے اپنے سپہ سالار سالیوہن کو روانہ کیا۔ سالیوہن راجہ وکرمادیت کو شکست دینے کے بعد خود سیالکوٹ کا حکمران بن گیا۔ اس نے پہلی بار سیالکوٹ کی حد بندی کی اور شہر کے چاروں اطراف دیوار تعمیر کرائی اور ساتھ ہی ایک قلعہ کی تعمیر بھی کروائی۔ راجہ سالیوہن کے بعد اس کا بیٹا' راجہ رسالو سیالکوٹ کا حکمران بنا۔

جس نے کافی عرصے تک ایک مضبوط حکمران کے طور پر حکومت کی۔ لیکن اس کی وفات کے بعد سیالکوٹ سیاسی انار کی، قحط اور دیگر قدرتی آفات کی وجہ سے ایک بار پھر تباہ و برباد ہو گیا۔(۲)

چھٹی صدی عیسوی میں سفید ہن نے سیالکوٹ پر زبردست حملہ کیا اور اس کو تخت و تاراج کر دیا۔ ان خونخوار قبائل کی ایک شاخ دریائے جموں کے کنارے آباد ہو گئی۔ ان کے دور میں مہر گل نے سیالکوٹ کو دارالحکومت کا درجہ دے دیا۔(۳) ۵۲۸ء میں مگدھ کے گپت بادشاہ پالا دتیہ اور مالوہ کے راجہ یشودھرن نے مل کر سیالکوٹ پر حملہ کیا اور راجہ مہر گل کو کشمیر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ ۷۱۳ء میں راجہ للتادتیہ نے سیالکوٹ کو فتح کیا اور تقریباً ۷۵۳ء تک یہاں کا حکمران رہا۔ اس کے عہد میں سیالکوٹ اقتصادی طور پر بڑا خوشحال ہو گیا۔ جس کی وجہ سے نزدیک کے علاقوں سے لوگ آکر آباد ہو گئے۔ جس سے سیالکوٹ کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ جو ایک اندازے کے مطابق تین لاکھ سے زائد تھی۔ ۷۹۰ء میں قبیلہ یوسف زئی کے راجہ نریت نے سیالکوٹ پر حملہ کر دیا اور اس کو آگ لگا دی۔(۴)

دسویں صدی عیسوی میں سیالکوٹ ایک بار پھر اپنی اہمیت اور شہرت کے لحاظ سے ایک اہم شہر کے طور پر تاریخ کے نقشے پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت یہاں ایک برہمن راجہ حکمران تھا۔ جس نے کابل سے حملے کے خطرے کے پیش نظر، لاہور کی بجائے سیالکوٹ کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اسی اثناء میں محمود غزنوی (۹۷۱-۱۰۳۰ء) نے سیالکوٹ کو فتح کیا جس کے باعث، برہمن راجہ لاہور فرار ہو گیا۔ (۵)

۱۱۸۴ء میں جب، شہاب الدین محمد غوری (۱۱۳۷-۱۲۰۶ء) ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس نے سیالکوٹ کا بھی دورہ کیا اور قلعہ کی مرمت کروائی۔ اس نے سیالکوٹ میں اپنا گورنر بھی تعینات کیا۔ تغلقوں کے عہد (۱۳۲۰-۱۴۱۲ء) میں سیالکوٹ پر ایک ہندو راجہ ساہن پال حکمران تھا۔ راجہ اپنی آزادی کے لئے تغلقوں کے خلاف بر سر پیکار تھا۔ چنانچہ اس کی سرکوبی کے لئے فیروز شاہ تغلق (م-۱۳۸۸ء) نے ایک فوجی دستہ، سید امام علی الحق (۶) کی زیر قیادت سیالکوٹ روانہ کیا۔ زبردست معرکے کے بعد تغلق فوج کو فتح ہوئی اور قلعہ پر قابض ہو گئی۔(۷)

ظہیر الدین بابر (۱۴۸۳-۱۵۳۰ء) سیالکوٹ کے راستے، ہندوستان پر حملہ آور ہوتا رہا۔ ۱۵۲۰ء میں بابر کا مقابلہ سیالکوٹ کے موضع سید پور کے پٹھانوں سے ہوا۔ جس میں پٹھانوں کو شکست ہوئی

اور بابر باآسانی ہندوستان کی طرف بڑھ گیا۔ نصیرالدین ہمایوں (م-۱۵۵۶ء) کے عہد میں سیالکوٹ میں پہلا کشمیری خاندان آباد ہوا۔ جس کے سربراہ میاں وارث شاہ تھے۔ میاں وارث شاہ کی شخصیت سے متاثر ہو کر ہمایوں نے ان کو مالگذار سیالکوٹ بنا دیا۔(۸) جلال الدین محمد اکبر (۱۵۴۲-۱۶۰۵ء) کے عہد میں سیالکوٹ نے کافی ترقی کی۔ ۱۵۸۵ء میں کشمیر سے واپسی پر اکبر سیالکوٹ سے ہوتا ہوا آیا۔ سیالکوٹ میں اکبر نے دربار امام علی الحق پر حاضری دی اور کئی گاؤں دربار کے لئے وقف کئے۔ اکبر' حضرت شاہ محمد حمزہ غوث(۹) کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور فیوض و برکات سے مستفید ہوا۔ شاہ محمد حمزہ غوث کی وفات کے بعد' سیالکوٹ میں اکبر کے تعینات کردہ گورنر مان سنگھ نے ان کا مزار تعمیر کرایا۔ عہد اکبری (۱۵۵۶-۱۶۰۵ء) ہی میں ملا کمال الدین (م-۱۶۰۸ء) اور ملا جمال الدین (۱۰) کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ آئے۔ سیالکوٹ میں تانبہ سے سکے بنانے کی ٹکسال بھی اکبر کے حکم پر لگائی گئی اور سیالکوٹی کاغذ کی صنعت کی بہت سرپرستی کی۔ جس سے اس صنعت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ نورالدین محمد جہانگیر (م-۱۶۲۸ء) نے جب سیالکوٹ کا دورہ کیا تو اس نے صنعت کاغذ سازی کو مزید ترقی دینے کے احکامات جاری کئے۔ جس کی وجہ سے کاغذ اتنا عمدہ تیار ہونے لگا کہ اس کا نام ہی جہانگیری کاغذ پڑ گیا۔(۱۱) عہد جہانگیری (۱۶۰۵-۱۶۲۸ء) ہی میں حضرت شاہ سیداں (۱۲) سیالکوٹ آکر آباد ہو گئے۔

عہد شاہجہانی (۱۶۲۸-۱۶۵۸ء) میں سیالکوٹ کو فوجی لحاظ سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوئی۔ اس دوران شہر کے اردگرد ایک فصیل تعمیر کروائی گئی جس کے آٹھ دروازے تھے۔ اس دور میں سیالکوٹ میں نہریں اور کئی شاندار عمارتیں بھی تعمیر ہوئیں۔ (۱۳) عہد شاہجہانی میں سیالکوٹ کو علمی اور تہذیبی حوالے سے بھی بہت شہرت حاصل ہوئی جس کی بڑی وجہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (۱۴) (م-۱۶۵۶ء) کی شخصیت تھی' جو ملا کمال الدین کے مدرسے' واقع کبوترانوالی مسجد' محلہ کشمیری میں شیخ احمد سرہندی (۹۷۱-۱۰۳۴ھ) اور نواب سعد اللہ خان چنیوٹی کے ہم درس تھے۔(۱۵) اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۱۸-۱۷۰۷ء) کے عہد حکومت (۱۶۵۸-۱۷۰۷ء) میں رحمت اللہ خان سیالکوٹ کا گورنر تھا۔ اس نے شہر کے مرکزی بازار میں تاریخی دو دروازہ مسجد کی تعمیر شروع کروائی جو بعد میں ۱۱۳۹ھ میں مکمل ہوئی۔(۱۶) مسجد دو دروازہ کے علاوہ' اس عہد میں سیالکوٹ میں کئی دینی مدارس قائم ہوئے جہاں مقامی طلباء کے علاوہ بیرونی طلباء بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

مغلوں کے عہد زوال (۱۷۰۷-۱۸۵۷ء) میں سکھوں نے پنجاب میں زبردست تباہی و بربادی مچائی۔ سیالکوٹ، سکھوں کی ان کاروائیوں سے کچھ عرصہ تک تو محفوظ رہا، لیکن آخر کار ۱۷۶۴ء میں اس پر ایک سکھ، جیت سنگھ نے قبضہ کر لیا۔ سکھوں کے قبضے سے پہلے، سیالکوٹ پر کچھ عرصہ تک مقامی پٹھان بھی حکمران رہے۔ ۱۸۰۷ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ (۱۷۸۰-۱۸۳۹ء) نے سیالکوٹ پر حملہ کر دیا اور حکمہ سنگھ کو یہاں کا گورنر تعینات کر دیا۔ رنجیت سنگھ کی فوجوں نے سیالکوٹ کے شہریوں کا قتل عام کیا اور لوٹ مار کر کے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ جس کی وجہ سے اس کی سابقہ حیثیت و اہمیت ختم ہو گئی۔(۱۷)

۱۸۴۹ء میں، جب انگریزوں نے سکھوں کو شکست دی اور پنجاب پر قابض ہو گئے تو سیالکوٹ بھی ان کے دائرہ اختیار میں آگیا۔ ۱۸ جنوری ۱۸۵۱ء کو سیالکوٹ کو ضلع کا درجہ دیا گیا اور جان ا نگلس یہاں کا پہلا ڈپٹی کمشنر مقرر ہوا۔(۱۸)

مئی ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کا شعلہ، جو میرٹھ چھاؤنی میں بھڑکا تھا، سیالکوٹ میں بھی اپنی تپش محسوس کرائے بغیر نہ رہ سکا۔ تاہم سیالکوٹ میں اس شعلہ کی حدت انگریز سامراج کی سخت پالیسیوں کی وجہ سے ۹ جولائی کو محسوس ہوئی جب سیالکوٹ چھاؤنی میں نویں بنگال کیولری اور چھیالیسویں انفینٹری نے بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کی قیادت حرمت خاں کے ہاتھ میں تھی۔ انقلابیوں نے سیالکوٹ کے انگریز ڈپٹی کمشنر کے گھر اور چھاؤنی میں انگریز افسروں کے بنگلوں کو آگ لگا دی۔ اس دوران تمام انگریز سیالکوٹ کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے اور شہر انقلابیوں کے ہاتھ آگیا۔ اس کامیابی کے بعد انقلابی ضلع گورداسپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن ابھی راستے ہی میں تھے کہ موضع تھاکرپور اور وزیرپور کے درمیانی علاقے میں انگریز فوج سے ان کا مقابلہ ہوا۔ جس میں انگریز فوج کو فتح حاصل ہوئی۔ انگریز نے جنگ آزادی میں حصہ لینے کے 'جرم' میں ہر شخص کو پھانسی دے دی۔ اس کام کے لئے سیالکوٹ میں جگہ جگہ سولیاں لٹکائی گئیں جہاں پر انقلابیوں کی لاشیں کئی کئی دن تک لٹکتی رہیں۔ عورتوں اور بچوں پر بھی مظالم ڈھائے گئے اور ان کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ جنگ آزادی کے مقامی ہیرو، حرمت خاں کو شہید کرنے کے بعد اس کی قبر کو بے نام و نشان کر دیا گیا۔(۱۹)

۱۸۵۷ء کے بعد انگریز نے سیالکوٹ میں بعض اصلاحات کیں۔ ذرائع آمد و رفت میں اضافہ کیا گیا۔ سیالکوٹ کا رابطہ دوسرے علاقوں سے قائم ہوا، جس کی وجہ سے یہ ایک بار پھر پنجاب کا اہم

صنعتی و تجارتی شہر بن گیا۔(۲۰) قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) کے بعد سیالکوٹ نے ہر شعبۂ زندگی، بالخصوص صنعتی لحاظ سے بہت ترقی کی۔ آلات جراحی، کھیلوں کا سامان اور زرعی آلات بنانے کی صنعتوں کی وجہ سے سیالکوٹ کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔

سیالکوٹ سے ۱۱ کلو میٹر دور شمال میں، ہیڈ مرالہ کو جاتی ہوئی سڑک، کوٹلی لوہاراں کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ ایک حصہ شرقی اور دوسرا غربی کہلاتا ہے۔۱۵۲۰ء میں جب بابر نے سید پور کے پٹھانوں کو شکست دی تو ان میں سے کچھ خاندان کوٹلی لوہاراں آکر آباد ہو گئے تھے۔(۲۱) تاہم کوٹلی لوہاراں کی اکثر آبادی جٹ راجپوت ہے، جو یار محمد کی اولاد میں سے ہے۔ یار محمد زمیندار تھے اور اپنے ہاتھوں ہل چلاتے تھے۔ بعد ازاں انہوں نے لوہار کا پیشہ اختیار کر لیا۔(۲۲) بیسویں صدی عیسوی کے آغاز تک کوٹلی لوہاراں کے دونوں حصوں میں ساٹھ کے قریب چھوٹی صنعتیں تھیں جہاں لوہے کے آلات مثلاً تالے، رکاب اور مختلف اوزاروں کے پھل وغیرہ بنائے جاتے تھے۔ جن کی فوج سمیت ہندوستان بھر میں مانگ تھی۔(۲۳)

کوٹلی لوہاراں اپنی صنعتی شہرت اور اہمیت کے علاوہ اپنی شناخت کا ایک اور بھی حوالہ رکھتی ہے۔ یہاں صدیوں سے علمائے کرام اور مشائخ عظام قال اللہ تعالیٰ اور قال رسول اللہ ﷺ کی صدائیں بلند کرتے آرہے ہیں۔ کوٹلی لوہاراں (غربی) کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ یہاں شریعت و طریقت کے کئی نامور بزرگوں نے جنم لیا جنہوں نے ہر دو میدانوں میں اسلام کی بے لوث خدمت کی۔ اہل سنت و جماعت کی ان عظیم ہستیوں میں نمایاں نام، جنگ آزادی کے مجاہد حضرت بہار شاہ ولی کا ہے۔ ان کے علاوہ حکیم عمر الدین وارثی، حضرت بابا محمد عیدا المعروف اللہ ھو (م-۱۹۳۷ء)، حضرت عبداللہ شاہ ولی، پیر طریقت مولانا صوفی ثناء اللہ نقشبندی(۲۴) (م-۱۹۵۴ء)، مولانا سید صالح محمد شاہ، حضرت پیر محمد صادق چشتی قادری (م-۱۹۵۵ء)، مولانا محمد احمد چشتی (م-۱۹۶۹ء)، شیخ طریقت حضرت صوفی محمد نیاز الدین (۲۵) (م-۱۹۴۲ء)، حضرت مولانا سید میر حسن شاہ، حکیم خادم علی سیالکوٹی(۲۶) (۱۸۷۲-۱۹۷۱ء) اور سید قلندر علی گیلانی سہروردی(۲۷) (م-۱۹۵۸ء) کے اسماء ہیں۔ ان تمام حضرات علمائے کرام اور مشائخ عظام کے علاوہ کوٹلی لوہاراں (غربی) کی اصل وجہ شہرت، حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن (م-۱۲۹۸ھ) کی شخصیت اور ان کے تین صاحبزادے ہیں۔ اگرچہ راس العلماء حضرت مولانا ابو عبد القادر محمد عبداللہ قادری رضوی (م-۱۳۴۲ھ) اور شیخ القرآن

حضرت مولانا ابو الیاس حافظ محمد امام الدین قادری رضوی (م-۱۹۶۱ء) اپنے تبحر علمی، تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند کے دینی حلقوں میں اپنا الگ اور امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ لیکن جو شہرت اور مرتبہ مولانا عبد الرحمٰن کے منجھلے صاحبزادے 'مولوی محمد شریف کو حاصل ہوا' وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا مولوی محمد شریف کو حضرت فقیہ اعظم مولانا حافظ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی کے نام سے جانتی ہے۔

حوالے:

۱- رشید نیاز، تاریخ سیالکوٹ، سیالکوٹ، ۱۹۵۸ء، ص ۔۱۷--۱۹

۲- Ahmad Nabi Khan, Sialkot, Lahore, 1964, pp.2--4

۳- ایضاً، ص ۔۶

۴- رشید نیاز، مصدر سابق، ص ۔۲۷

۵- احمد نبی خان، مصدر سابق، ص ۔۷

۶- حضرت سید امام علی الحق کے حالات کے لئے دیکھیں۔ رشید نیاز، اولیائے سیالکوٹ، سیالکوٹ، ۱۹۹۲ء، ص۔ ۲۰--۲۹ اور میاں اخلاق احمد، حضرت امام سیدنا علی الحق سیالکوٹی، ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور)، اپریل ۱۹۸۷ء، ص ۔۲۵--۳۲

۷- احمد نبی خان، مصدر سابق، ص ۔۸

۸- تاریخ سیالکوٹ، مصدر سابق، ص ۔۳۹--۴۰

۹ - حضرت شاہ محمد حمزہ غوث کے حالات کے لئے دیکھیں۔ اولیائے سیالکوٹ، مصدر سابق، ص ۔ ۱۰۳--۱۰۵

۱۰- حضرت ملا کمال الدین اور حضرت ملا جمال الدین کے حالات کے لئے دیکھیں۔ تاریخ سیالکوٹ، مصدر سابق، ص ۔۸۰--۸۳

۱۱- احمد نبی خان، مصدر سابق، ص ۔۹--۱۰

۱۲- حضرت سید علی المعروف شاہ سیداں سرمست سہروردی کے حالات کے لئے دیکھیں۔ اولیائے سیالکوٹ، مصدر سابق، ص۔۵۳--۵۷

۱۳- احمد نبی خان، مصدر سابق، ص ۔۱۱

۱۴- حضرت ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے حالات کے لئے دیکھیں۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص۔۳۹۰--۳۹۱ اور اولیائے سیالکوٹ، مصدر سابق، ص ۔۵۸--۶۴

۱۵- تاریخ سیالکوٹ، مصدر سابق، ص ۔۴۵

۱۶- احمد نبی خان، مصدر سابق، ص ۔۱۲۔ آج کل اس مسجد میں اہل سنت و جماعت کی مشہور دینی درسگاہ، دار العلوم جامعہ حنفیہ قائم ہے۔

۱۷- ایضاً" ص - ۱۳

۱۸- روزنامہ نوائے وقت (لاہور)' ۹ جنوری ۱۹۹۳ء

۱۹- تاریخ سیالکوٹ' مصدر سابق' ص -۵۷--۶۱- تحریک آزادی اور تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کے کردار کی تفصیل کے لئے دیکھیں- خواجہ محمد طفیل' تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار' سیالکوٹ' ۱۹۸۷ء

۲۰- تاریخ سیالکوٹ' مصدر سابق' ص -۶۲

۲۱- ایضاً" ص - ۷۳

۲۲- ایم - عبدالغنی (مرتب)' رپورٹ: سالانہ اجلاس انجمن اتحاد المسلمین کوٹلی لوہاراں مغربی- منعقدہ مورخہ ۱۲--۱۳ جون ۴۳ء' راولپنڈی' ۱۹۴۳ء' ص -۳۹ اور ۶۳

۲۳- A. Latifi, The Industrial Punjab: A Survey of Facts, Conditions and Possibilities, London, 1911, pp.232--233 and 236.

۲۴- صوفی ثناء اللہ نقشبندی کے حالات کے لئے دیکھیں- قاضی عالم الدین' کنزالقدیم فی آثار الکریم' میرپور' ۱۹۸۷ء' ص -۳۱۲--۳۱۳

۲۵- صوفی محمد نیاز الدین کے حالات کے لئے دیکھیں- ایضاً" ص - ۳۱۳

۲۶- حکیم خادم علی سیالکوٹی کے حالات کے لئے دیکھیں- ایضاً" ص -۳۱۵--۳۱۶' محمد صادق قصوری' امیر ملت اور ان کے خلفاء' سیالکوٹ' ۱۹۸۳ء' ص-۱۰۲--۱۰۶ اور محمد عبدالحکیم شرف قادری (مرتب)' تذکرہ اکابر اہل سنت' لاہور' ۱۹۷۶ء' ص-۱۳۵--۱۳۸

۲۷- مولانا ابوالفیض سید قلندر علی گیلانی سہروردی کے حالات کے لئے دیکھیں- اختر راہی' تذکرہ علمائے پنجاب (جلد دوم)' لاہور' ۱۹۸۰ء' ص- ۵۶۸--۵۶۹ اور اقبال احمد فاروقی' تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور' لاہور' ۱۹۸۷ء' ص-۳۰۲--۳۰۳

باب: دوم

مولوی محمد شریف سے فقیہ اعظم تک

حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن (۱) کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا شہرہ صرف کوٹلی لوہاراں تک ہی محدود نہ تھا' بلکہ ہندوستان بھر میں ان کے اوصاف حمیدہ اور تبحر علمی کا چرچا تھا۔ یہی حال ان کی اہلیہ محترمہ کا تھا' جو ایک زاہدہ و عابدہ خاتون تھیں اور اپنے شوہر کے مشن کی تکمیل میں اپنا مقدور بھر حصہ ادا کرتی رہتی تھیں۔ مولانا عبد الرحمٰن کے تین صاحبزادے (۲) اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ لیکن والدین کو اپنے منجھلے بیٹے' مولوی محمد شریف سے قدرتی طور پر بے حد محبت تھی۔ چنانچہ متقی والدین کی اس محبت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جونہی ننھے مولوی محمد شریف کے اندر حلق و زبان کی جنبش سے آواز پیدا کرنے کی طاقت آئی تو اس کی ننھی زبان سے ابا یا اماں کے الفاظ ادا ہونے کی بجائے کلمہ طیبہ کا ورد جاری ہو گیا۔ (۳) یہ اسی کلمہ طیبہ کا فیضان تھا کہ جس کے اثر سے مولوی محمد شریف کو بعد میں دنیا نے فقیہ اعظم اور محدث اعظم کے القابات سے پکارا۔

حضرت فقیہ اعظم ۱۸۶۱ء کو کوٹلی لوہاراں (غربی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمد شریف' کنیت ابو یوسف اور خطاب فقیہ اعظم ہے۔ آپ نے اپنے علمی سفر کا آغاز آغوش مادر سے ہی کر دیا تھا۔ والد ماجد کی شدید خواہش تھی کہ ان کا یہ بیٹا' امام ابو حنیفہ (۶۹۹-۷۶۷ء) اور بو علی سینا (۹۸۰-۱۰۳۷ء) کی علمی امانتوں کا امین بنے۔ (۴) چنانچہ جب حضرت فقیہ اعظم سن شعور کو پہنچے تو مشفق والد نے ان کو براہ راست اپنی نگرانی میں لے لیا۔ فن مناظرہ کی باریکیوں سے آگاہ کیا اور درس نظامی کی تکمیل چند ہی سالوں میں کرا دی (۵) اور یوں اپنی وفات سے پہلے' اپنے سینے میں مدفون' علم و معرفت کے تمام خزینے' حضرت فقیہ اعظم کو منتقل کر دیئے۔ تاہم حضرت فقیہ اعظم کے لئے علم و معرفت کا یہ عظیم ورثہ ناکافی تھا۔ چنانچہ والد ماجد کی وفات کے بعد' آپ مزید تعلیم کے لئے گھر سے نکل پڑے۔ اس علمی سفر میں پڑاؤ تو کئی تھے لیکن منزل شوق ایک ہی تھی' یعنی تحصیل علم۔

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی نے مسلمانوں کا شیرازہ بری طرح منتشر کر دیا تھا۔ ان کے ہر شعبۂ زندگی اور سارے تہذیبی و علمی ادارے تباہ و برباد کر دیئے گئے تھے۔ اکابر علمائے کرام اور مشائخ عظام کو یا تو پھانسی دے دی گئی تھی یا ان کو ہندوستان سے جلاوطن کر دیا گیا تھا اور جو بچ گئے تھے

ان کی حالت قابل رحم تھی۔ جس کی وجہ سے بعض نے تو حالات سے تنگ آکر انگریز کی حمایت ک
شروع کردی۔ لیکن اکثریت اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انگریز کی مخالف ہی رہی۔ ا
مخالفت کی وجہ سے یہ علمائے کرام دینی علوم کا کوئی مرکزی ادارہ قائم نہ کرسکتے تھے۔ تاہم انہوں
اپنے اپنے علاقوں میں محدود پیمانے پر، درس قرآن و حدیث اور دیگر علوم دینیہ کا سلسلہ جاری ر
ہوئے تھا۔ باقاعدہ دینی مدارس نہ ہونے کی وجہ سے طلباء کو دور دراز علاقوں کا سفر کرنا پڑتا تھا اور علو
دینیہ کے مختلف شعبہ جات کے لئے الگ الگ اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ حضرت فق
اعظم کو بھی اسی صورت حال کا سامنا تھا۔ اس لئے آپ نے بھی طویل مسافتیں طے کیں۔ جہا
کہیں بھی کسی عالم دین کی شہرت سنتے، ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ اس طرح آپ
ہندوستان کے جید علمائے کرام و فضلائے عظام سے علوم ظاہری، خاص طور پر تفسیر، حدیث اور فقہ
تکمیل کی اور اسناد فضیلت حاصل کیں۔(۶) ایک روایت کے مطابق، حضرت فقیہ اعظم نے انجم
نعمانیہ ہند، لاہور (۱۸۸۷ء) کے قائم کردہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ، لاہور میں بھی کچھ عرصہ بطو
طالب علم کے گزارا اور اپنے وقت کی اس عظیم دینی درسگاہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔(۷)

ہمارے دینی مدارس میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ طلباء روایتی اسباق کا اعادہ کرنے کے سوا، بہت ک
مطالعہ کرتے ہیں اور دوران طالب علمی، مسائل و اذکار تصوف سے تقریباً نابلد ہی ہوتے ہیں الاماشا
اللہ۔ مگر جب ہم حضرت فقیہ اعظم کے دور طالب علمی کو دیکھتے ہیں تو یہ معلوم کرکے حیرت ہوتی
کہ آپ کو روایتی طلباء کے برعکس، مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ مروجہ اسباق
کتب کے علاوہ بھی آپ مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ آپ کے مطالعہ کے خاص موضوع حدیث او
فقہ تھے۔ شاید یہ شوق و رغبت خداداد تھی کیونکہ آپ کو عملی زندگی میں محدث اعظم کے ساتھ ساتھ
فقیہ اعظم بھی بننا تھا۔ ایک روایت کے مطابق، حضرت فقیہ اعظم کو پچاس ہزار سے زائد مستند
احادیث حفظ تھیں۔(۸) یہ اس اصول کے تحت لازم تھا کہ ہر فقیہ، محدث بھی ہو۔ حضرت فقیہ
اعظم، غیرارادی طور پر اس اصول پر عمل پیرا تھے۔

علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ آپ کو علوم باطنی کی بھی شدید تڑپ تھی۔ چنانچہ آپ علوم
ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی بھی حاصل کرتے رہے۔ آپ نوجوانی ہی سے تہجد گزار تھے او
زہد و تقویٰ کے پیکر تھے۔ سفر کی صعوبتوں اور پردیس کی کیفیتوں میں بھی آپ زہد و تقویٰ کے پرخار

راستے پر ثابت قدم رہے۔ جہاں کہیں کوئی ولی اللہ ملا' عاجزی سے حاضر ہو کر فیض حاصل کیا اور اپنے مشاہدے اور تجربہ میں اضافہ کیا۔ لیکن بیعت کسی کے ہاتھ پر نہ کی۔ چنانچہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت فقیہ اعظم پر باطنی مراقبہ کی حالت طاری رہنے لگی۔ یہ شاید اس روحانی عنبر کا کیف و سرور تھا' جو آپ کو اپنے والد ماجد سے ورثے میں ملا تھا۔ لیکن قابل ستائش تھی یہ جذب و کیف کی حالت کہ شریعت مطہرہ کی پابندی میں رکاوٹ نہ بن سکی۔(۹)

علوم ظاہری سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد' حضرت فقیہ اعظم کو مرشد طریقت کی تلاش ہوئی جو اپنی ایک ہی نظر میں آپ کو 'حال' و 'قال' کی تمام منازل طے کرا دے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ سیالکوٹ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اس سلسلہ میں' جو حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین نقشبند (۷۲۸-۷۹۱ھ) سے منسوب ہے' بہت آسانی ہے اور جلد ہی فنافی اللہ کی منزل حاصل ہو جاتی ہے۔ جو کہ سالک کی معراج ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی امتیازی شان' اتباع سنت نبوی پر بہت زیادہ زور دینا ہے۔ مراقبہ' جذب اور کیف کی حالتوں کو بھی اس سلسلہ میں نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ جب ہم حضرت فقیہ اعظم کی شخصیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ آپ تو پیدائشی طور پر ہی نقشبندی تھے کیونکہ سلسلہ کی تمام حالتیں اور کیفیتیں' آپ میں عہد نوجوانی سے ہی موجود تھیں۔

حضرت فقیہ اعظم راولپنڈی میں مقیم' اپنے صاحبزادے مولوی محمد یوسف (م-۱۹۴۹ء) کے ہاں اکثر و بیشتر آیا کرتے تھے۔ غالب امکان یہی ہے کہ اسی دوران حضرت فقیہ اعظم' سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مرد کامل حضرت خواجہ حافظ محمد عبدالکریم نقشبندی مجددی(۱۰) (۱۸۴۸-۱۹۳۶ء) سے متعارف ہوئے ہوں گے۔ بعد میں یہ تعارف اس تعلق کی مضبوط بنیاد ثابت ہوا' جس کی بنا پر حضرت فقیہ اعظم جب بھی حضرت خواجہ صاحب سے بیعت کے لئے عرض کرتے' تو حضرت خواجہ صاحب ان کو' مناسب وقت تک انتظار کرنے کا کہتے اور یوں ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب حضرت خواجہ صاحب کوٹلی لوہاراں (شرقی) تشریف لائے تو انہوں نے از خود' ایک آدمی کو بھیجا کہ جا کر کوٹلی لوہاراں (غربی) سے حضرت فقیہ اعظم کو بلا لائے۔ چنانچہ جب حضرت فقیہ اعظم حاضر خدمت ہوئے تو حضرت خواجہ صاحب نے وقت تہجد' ان کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت فرمایا۔(۱۱) حضرت فقیہ اعظم اپنے بیعت ہونے کی وجہ اور واقعات کا ذکر'

اپنے ایک عربی قصیدے میں، جو انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کی شان میں کہا تھا، بیان کرتے ہیں

الیک التجات لعل اللّٰہ یغفرلی
مینے آپکی پناہ لی تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے بخشدے

ھنا الذی ھو فی ظنی و معتقدی
یہی میرا خیال اور یہی میرا عقیدہ ہے

فمد حک لم یزل رابی مدی عمری
پس عمر بھر میں آپ کا مدح سرا رہا ہوں

وحبک عند رب العرش مستندی
اور آپکی محبت خدا کے نزدیک میرا وسیلہ ہے

تمسکت نیلک بالیقین لانک
مینے آپکا دامن نہایت عقیدت سے پکڑا ہے

حرز الانام و ھادیھم الی الرشد
کیونکہ آپ لوگوں کے محافظ اور رہنما ہیں

لقد طفت فی شرق البلاد و غربھا
میں دنیا کے مشرق مغرب میں پھرا ہوں

فمثلک فی ھنا الزمان لم اجد
مگر مجھے آپ کی نظیر نہیں مل سکی

لقد کنت اتمنی لقائک سیدی
اے میرے سردار! میں آپکی زیارت کا مشتاق تھا

الیوم فزت بفضل الواحد الاحد
سو آج خدا عزوجل کے فضل سے فائز المرام ہو گیا ہوں

ازل حجاب الغفلتہ عن قلبی ونورہ
آپ میرے دلسے غفلت کا پردہ ہٹا کر اسے منور کریں

بنور معرفته اللّٰہ الواحد الصمد

اور اللہ کی معرفت کے اسمیں انوار بھر دیں (۱۲)

حضرت خواجہ صاحب نے حضرت فقیہ اعظم کو ذکر قلبی کی تعلیم سے مشرف فرمایا اور ان کی ایسی تربیت کی کہ علوم ظاہری کی طرح علوم باطنی میں بھی ان کو سبقت حاصل ہو گئی اور جلد ہی حضرت فقیہ اعظم کا شمار، حضرت خواجہ صاحب کے رتنوں میں ہونے لگا۔ (۱۳) یہ حضرت خواجہ صاحب کی نظر کا اثر تھا کہ حضرت فقیہ اعظم کے سینے میں معرفت الٰہی کا ایک سمندر موجزن ہو گیا۔ جو کوئی آپ کے پاس آتا اس چشمۂ فیض سے ضرور مستفید ہوتا۔ بقول حضرت خواجہ صاحب "مجھ سے جو کچھ حاصل کرنا تھا وہ فقیہ اعظم نے کر لیا ہے"۔ (۱۴) حضرت خواجہ صاحب جب کبھی اپنے سالانہ روحانی و تبلیغی دوروں پر سیالکوٹ اور کوٹلی لوہاراں تشریف لاتے تو آپ اپنے واعظوں میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اب تم لوگ حصول فیض کے لئے مولانا محمد شریف صاحب کے پاس جایا کرو، وہاں پر حاضری سے تم کو سب کچھ مل جائے گا۔ کیونکہ ان کے پاس جانا اور ان کی خدمت میں حاضری دینا میرے پاس ہی حاضری دینا ہو گی"۔ (۱۵) مرشد کامل کے فیضان نظر سے جب حضرت فقیہ اعظم اس مقام پر پہنچ گئے تو مرشد نے بھی آپ کے بلند مقام و مرتبہ کو پہچان کر آپ کو اپنی خلافت اور اجازت بیعت سے سرفراز فرمایا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنی زندگی میں کل ستائیس افراد کو اپنی خلافت و اجازت بیعت سے نوازا تھا۔ انہی ستائیس عظیم ہستیوں میں سے ایک حضرت فقیہ اعظم بھی تھے۔ (۱۶)

حضرت فقیہ اعظم نے اپنے آپ کو ہر طرح سے اس منصب جلیلہ کا اہل ثابت کیا۔ آپ کمال ذوق و شوق، عاجزی و انکساری اور اطاعت گذاری کے ساتھ اپنے پیر خانے، دربار عالیہ عید گاہ شریف میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب جب کبھی سیالکوٹ یا اس کے مضافات میں اپنے سالانہ دوروں کے سلسلے میں آتے تو حضرت فقیہ اعظم ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم کو اپنے مرشد سے کتنی محبت و عقیدت تھی، اس بات کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت فقیہ اعظم نے اپنے مرشد طریقت کی سوانح عمری "کنز القدیم فی آثار الکریم" جو ۱۹۳۷ء میں پہلی بار راولپنڈی سے شائع ہوئی اور جس کے مصنف قاضی عالم الدین (م۔ ۱۹۴۲ء) تھے، کے مسودے پر نظر ثانی کی اور اپنے ہاتھوں، اس کو صاف اور درست طور پر دوبارہ لکھا جس کے بعد کتاب شائع

ہوئی۔(۱۷) اسی طرح جب حضرت خواجہ صاحب مرض الموت میں مبتلا تھے تو ان کے تمام خلفائے عظام و دیگر احباب ان کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن حضرت فقیہ اعظم، حکیم خادم علی سیالکوٹی اور صوفی ثناء اللہ نقشبندی حاضر خدمت ہوئے تو وفود محبت سے یہ تمام احباب زار و قطار رونے لگے۔ حضرت خواجہ صاحب بھی ان کی محبت فی اللہ کی وجہ سے رونے لگے اور فرمایا کہ اب یہ ہماری آخری ملاقات ہے پھر انشاء اللہ روحانی ملاقاتیں ہوں گی۔ اس بات پر مذکورہ تینوں اصحاب اور زیادہ رونے لگے۔ جس پر حضرت خواجہ صاحب نے ان کو تسلی و تشفی دی اور صبر کی تلقین کی۔(۱۸)

مولانا شاہ احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی(۱۹) (۱۸۵۶-۱۹۲۱ء) ہندوستان میں اہل سنت و جماعت کے امام تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی اسلام اور فقہ حنفی کی خدمت کرتے ہوئے بسر کر دی۔ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فروغ آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ مطالعہ، فتویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف کا وہ عظیم کام تن تنہا کیا کہ اتنا کام، اتنے وقت میں کوئی ادارہ بھی نہیں کر سکتا۔ جدید تحقیق کے مطابق، اعلیٰ حضرت بریلوی کو سو سے زائد علوم پر دسترس حاصل تھی جن میں سے بعض کے آپ خود بانی تھے۔ مختلف موضوعات پر آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔(۲۰) یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا، بالخصوص جنوبی ایشیاء کے دینی و علمی حلقوں میں آپ کو 'عبقری مشرق' کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے جب حضرت فقیہ اعظم کی بعض کتب، خاص طور پر "نماز مدلل" مطالعہ کی، تو آپ، حضرت فقیہ اعظم کے علم و تحقیق اور دلائل سے بہت متاثر ہوئے اور محرم الحرام ۱۳۳۸ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۱۹ء میں حضرت فقیہ اعظم کو صحاح ستہ "مشکوٰۃ المصابیح" اور حدیث کی دیگر تمام متداولہ کتب کی اجازت اور سند عطا کی۔ اس کے ساتھ ہی، اعلیٰ حضرت بریلوی نے حضرت فقیہ اعظم کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں اپنی خلافت و اجازت بیعت سے بذریعہ ڈاک مشرف فرمایا۔(۲۱) اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی 'السند و الاجازۃ' میں، حضرت فقیہ اعظم کو نصیحت فرمائی کہ آپ مذہب اہل سنت پر سختی سے کاربند رہیں اور اہل بدعت و فتنہ سے دوری اختیار کریں اور عمر بھر سنت کی حمایت، اہل سنت کی اعانت، فتنوں کی سرکوبی اور اہل فتن کی اہانت میں کمربستہ رہیں۔(۲۲) اعلیٰ حضرت بریلوی نے "نماز مدلل" پر تقریظ بھی لکھی جس میں آپ نے مولوی محمد شریف کو فقیہ اعظم کا خطاب دیا تھا۔ ولی را ولی می شناسد کے تحت اعلیٰ حضرت بریلوی کا دیا ہوا فقیہ اعظم کا یہ خطاب ایسا مقبول ہوا کہ یہ مولوی محمد شریف کے نام کا جزو لاینفک اور دائمی پہچان بن گیا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کے خلفاء نہ صرف جنوبی ایشیاء سے تعلق رکھتے تھے بلکہ مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے کئی ممالک میں بھی ان کے خلفاء کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ خلفاء کے اس وسیع حلقے کی وجہ سے بعض مفاد پرست عناصر نے اپنے آپ کو از خود' اعلیٰ حضرت بریلوی کا خلیفہ مشہور کر دیا تھا۔ تاکہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے نام و مرتبے کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کیا جاسکے۔ چنانچہ عوام اہل سنت کو ان مفاد پرست اور جاہ پرست حضرات کے چنگل سے بچانے کے لئے' اعلیٰ حضرت بریلوی نے ایک منظوم دعا میں اپنے سولہ خلفاء کا ذکر کیا۔ اس منظوم دعا کے علاوہ' ایک اشتہار' بعنوان 'ضروری اطلاع' کے تحت شائع کرایا جس میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے اپنے پچاس خلفاء کا ذکر کیا ہے۔ اس طویل اشتہار کے تینتالیسویں نمبر پر حضرت فقیہ اعظم کا ذکر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت بریلوی نے ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔ "جناب مولانا مولوی محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ' عالم واعظ مجاز طریقت"۔(۲۴)

۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۲ اگست ۱۹۲۱ء کو حضرت فقیہ اعظم نے ایک استفتاء اعلیٰ حضرت بریلوی کو بریلی شریف ارسال کیا۔ اس استفتاء کے تحت حضرت فقیہ اعظم نے دریافت کیا کہ "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دس پندرہ سال کی عمر میں ملازم ہو کر کہیں چلا گیا بیس پچیس سال تک اسکی تلاش کرتے رہے کچھ پتہ نہ چلا پچیس سال گذرنے کے بعد اسکی زوجہ نے نان نفقہ وغیرہ ضروریات سے تنگ آکر ایک حنفی عالم سے فتویٰ لیکر ایک حنفی شخص حافظ قرآن کے ساتھ نکاح کرلیا آج بیس سال اس کو نکاح کئے ہوئے اور زید کو گم ہوئے پینتالیس سال ہو گئے ہیں اب حافظ موصوف کے گھر اس عورت کے بطن سے تین چار لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں۔ اب ایک حنفی عالم نے فتویٰ دیا ہے کہ حافظ صاحب موصوف کا یہ نکاح بالکل ناجائز ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں اور ایک اور عالم حنفی المذہب ان کے پیچھے نماز درست بتاتے ہیں اور مطابق تحقیق شامی و دیگر فقہاء رحمہم اللہ امام مالک کی روایت پر عمل کرلینا بوقت ضرورت جائز سمجھ کر نکاح بھی جائز قرار دیتے ہیں پس آپ اس امر کا فیصلہ فرمائیں ا۔ کیا حافظ صاحب کا نکاح کسی صورت جائز قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں ۲۔ کیا حنفی کسی وقت کسی حالت میں بھی کسی دوسرے مذہب کی روایت پر عمل نہیں کرسکتا اگر نہیں کرسکتا تو عبدالحی لکھنوی نے عمدۃ الرعایہ میں جو لکھا ہے کہ اتفاقاً دوسرے مذہب کی روایت پر عمل کرسکتا ہے اسکا کیا مطلب اور اگر کرسکتا ہے تو یہ نکاح کیوں ناجائز ہوگا۔ بینوا

توجروا"۔(۲۵) اس مسئلہ کے جواب میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے ائمہ حنفیہ و جمہور ائمہ کرام کی آراء کی روشنی میں فتوئ دیا کہ "مذہب ائمہ حنفیہ و جمہور ائمہ کرام میں زن مفقود پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ اتنا زمانہ گذر جائے کہ عادۃ موت مفقود مظنون ہو اور اس کی تقدیر مفتی بہ موید بحدیث صحیح یہ ہے کہ روز ولادت مفقود سے ستر سال گزر جائیں۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دربارہ مال مفقود یہی حکم دیتے ہیں مگر دربارہ زن خلاف کرتے ہیں پھر بھی ہرگز یہ ان کا مذہب نہیں جو آجکل کے جہال بلکہ بعض مدعیان علم نے سمجھ رکھا ہے کہ مفقود ہوئے چار برس گزرے اور عورت بطور خود نکاح کر لے بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ زن مفقود قاضی شرع کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق روز مرافعہ سے چار برس کی مہلت اپنی طرف سے دے عورت یہ دن گزارے اسکے بعد پھر مستغیث ہو اور قاضی بعد تحقیق تفریق کرے اسکے بعد عورت عدت بیٹھے پھر نکاح کر سکتی ہے خود حضرت امام مالک نے اپنی کتاب مدونہ میں اس کی تصریح فرمائی اور صاف ارشاد فرمایا کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گزر گئے وہ اصلا شمار میں نہ آئینگے آج سے چار برس لئے جائیں گے۔ حنفی وقت تحقیق ضرورت صحیحہ اس پر عمل کر سکتا ہے نہ یہ کہ اپنی ایک اختراعی بات پر کہ ہرگز امام مالک کا بھی مذہب نہیں چلو اور مذہب امام مالک پر عمل کا نام لو اسکی نظیر یہی ہے کہ مذہب حنفی میں زن عنین کے لئے حکم ہے کہ قاضی کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق اپنی طرف سے ایک سال کامل کی مہلت دے جب سال گذر جائے اور مطلب حاصل نہ ہو عورت پھر مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق شوہر کو طلاق دینے کی ہدایت فرمائے اگر وہ نہ مانے عورت سے پوچھے تو اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو اگر وہ فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے قاضی ان میں تفریق کردے عورت عدت بیٹھے اور اب جس سے چاہے نکاح کرے تاجیل قاضی سے پہلے اگر بیس برس گذر گئے ہیں ان کا اصلا لحاظ نہ ہوگا آج سے ایک سال کامل لیا جائے گا۔ کیا اگر کسی عنین کی عورت بطور خود سال نکاح کے سال بھر کے بعد اسے چھوڑ کر چل دے اور دوسرا نکاح کرلے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے مذہب حنفی پر عمل کیا۔ کیا اسکا یہ نکاح جائز واقع ہوا حاشا"۔(۲۶)

حضرت فقیہ اعظم کو اعلیٰ حضرت بریلوی سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی۔ اس محبت و عقیدت کی بنیادی وجہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی مجتہدانہ سوچ، ان کا تبحر علمی اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ حضرت فقیہ اعظم اپنے مضامین اور فتاویٰ میں زیر بحث مسئلہ کی مزید تحقیق کے

لئے اعلیٰ حضرت بریلوی کی کتب پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضرت فقیہ اعظم نے جن کتب کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے نمایاں نام مندرجہ ذیل کتب کے ہیں:

۱ ازالۃ العار الحجر الکرائم عن کلاب النار'

۲ النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید'

۳ حاجزین البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین'

۴ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم اور

۵ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین

علاوہ ازیں حضرت فقیہ اعظم اکثر اپنے احباب کی محفلوں میں اعلیٰ حضرت بریلوی کے ذکر پر کہتے کہ "اعلیٰ حضرت اگر پہلے دور میں ہوتے تو اپنے علمی و فقہی پایہ کے پیش نظر یقیناً مجتہد تسلیم کئے جاتے"۔(۲۷)

سنوسی ہند امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری(۲۸) (م-۱۹۵۱ء) جہاں شریعت و طریقت کے مرد میدان تھے وہاں آپ ملکی سیاست میں بھی سرگرم عمل تھے۔ آپ ہندوستان میں اہل سنت و جماعت کی سب سے موثر اور منظم سیاسی و دینی جماعت' آل انڈیا سنی کانفرنس (۱۹۲۵ء) کے متعدد بار صدر منتخب ہوئے اور مسلمانان ہند کی دینی و سیاسی میدانوں میں بھرپور اور موثر طور پر رہنمائی و قیادت کی۔ حضرت امیر ملت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جید بزرگ اور مادر زاد ولی اللہ تھے۔ ہندوستان بھر میں آپ کے خلفاء کی ایک کثیر جماعت موجود تھی جو آپ کے حکم کے تحت' تبلیغ و ترویج دین کے فرائض سرانجام دے رہی تھی۔ حضرت امیر ملت نے حضرت فقیہ اعظم کو بھی اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اجازت بیعت سے نوازا۔ سید اختر حسین شاہ (م-۱۹۸۰ء) نے "سیرت امیر ملت" میں' حضرت امیر ملت کے کل چونسٹھ خلفاء کا ذکر کیا ہے اور ان میں چھپنویں نمبر پر حضرت فقیہ اعظم کا نام ہے۔ سید اختر حسین شاہ لکھتے ہیں کہ "مذکورہ بالا ناموں میں سے ابتدائی اکسٹھ ناموں کی میں خود حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ سے تصدیق و توثیق حاصل کر چکا ہوں اور ان میں سے بیشتر حضرات سے میں خود بھی بخوبی واقف ہوں"۔(۲۹)

حضرت امیر ملت اپنے خلفاء کے ہمراہ اکثر ہندوستان کے مختلف علاقوں کا تبلیغی دورہ کرتے رہتے تھے۔ ان دوروں میں حضرت فقیہ اعظم بھی بعض اوقات ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔ جب مرزا

غلام احمد قادیانی (۱۸۴۰-۱۹۰۸ء) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو علمائے کرام، مشائخ عظام اور عام مسلمانوں نے اس کا سختی سے تعاقب کیا اور اس کے دعویٰ کی ہر طرح سے واضح طور پر تکذیب کی۔ حضرت امیر ملت نے بھی بڑی سرگرمی سے اس فتنہ کے سد باب کے لئے تحریک شروع کی اور جگہ جگہ جلسے کرکے، قادیانی فتنہ کا انسداد کیا اور عقیدہ ختم نبوت کی ضرورت اور اہمیت کو ثابت کیا۔ ان عظیم الشان جلسوں میں دیگر اکابر علمائے کرام کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم بھی شریک ہوتے اور خطاب فرماتے تھے۔(۳۰)

حضرت امیر ملت کو حضرت فقیہ اعظم سے بڑی محبت تھی اور وہ ان کے علمی مرتبہ کے شایان شان، ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت فقیہ اعظم علی پور سیداں شریف میں ایک محفل میں موجود تھے۔ جس میں حضرت امیر ملت بھی تشریف فرما تھے۔ اس دوران ایک مولوی صاحب آئے اور حضرت فقیہ اعظم کے آگے آکر بیٹھ گئے۔ اس طرح ان کا چہرہ تو حضرت امیر ملت کی طرف ہو گیا لیکن ان کی پشت حضرت فقیہ اعظم کی طرف تھی۔ اس پر حضرت امیر ملت نے فوراً ان مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کی تعلیم کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مولوی فاضل ہوں۔ حضرت امیر ملت نے دوبارہ پوچھا کہ آپ نے ادب کی بھی کوئی کتاب پڑھی ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے جواب میں ادب کی بعض کتب مثلاً "حماسہ"، "متنبی"، "ہدیہ سعیدیہ" کے نام لئے۔ اس پر حضرت امیر ملت نے کہا کہ "افسوس کہ آپ نے ادب کی کتابیں پڑھ کر بھی ادب نہیں سیکھا! دیکھئے تو سہی کہ آپ کے پیچھے اس دور کے عظیم محدث اور فقیہ اعظم بیٹھے ہیں اور آپ ہیں کہ ان کی طرف پیٹھ کئے ہوئے ہیں"۔(۳۱)

حضرت امیر ملت اپنے مریدین کو استفتاء کے لئے حضرت فقیہ اعظم کے پاس بھیجا کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "پنجاب اور ہند میں علمائے اہلسنّت کے سرتاج عالم اور صوفی کامل، ہمارے مولوی محمد شریف صاحب ہیں ان کی خدمت میں جایا کرو"۔(۳۲)

حضرت فقیہ اعظم، جب شریف مکہ کے دور میں حج کے لئے حجاز مقدس گئے تو مدینہ منورہ میں، مسجد نبوی میں باب السلام کے پاس ان کی ملاقات شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۸۴۸-۱۹۳۲ء) سے ہوئی۔ اس ابتدائی ملاقات کے بعد دونوں حضرات کی ملاقاتیں شیخ نبہانی کے گھر پر ہوتی رہیں۔ دوران ملاقات، شیخ نبہانی، حضرت فقیہ اعظم کی علمی وجاہت اور خوش عقیدگی سے بے حد متاثر ہوئے اور ان کو اپنی طرف سے سند حدیث عطا کی۔(۳۳)

حوالے:

۱- حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن نقشبندی کے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب ہیں- حافظ عبدالرحمٰن کے تینوں صاحبزادوں کے علاوہ مولانا محمد نورالحسن سیالکوٹی (۱۸۶۰-۱۹۵۵ء) اور مولانا سید فتح علی شاہ قادری (۱۸۷۹-۱۹۵۹ء) کھروٹہ سیداں، ضلع سیالکوٹ ان کے شاگرد تھے- حافظ عبدالرحمٰن کا مرتب کردہ "شجرۃ النبیؐ تا آدم علیہ السلام" محفوظ ہے جو عربی اور فارسی میں ہے- "شجرۃ النبیؐ" تین حصوں پر مشتمل ہے- پہلے حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شجرہ مبارک ہے جو حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کیا گیا ہے- "شجرۃ" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی اولاد کے بارے میں تفصیلی حالات مثلاً ولادت، وصال، چاروں صاحبزادیوں کے نکاح اور شوہروں کے اسماء گرامی درج ہیں- اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباؤ اجداد تا حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی تفصیلی حالات درج ہیں- حصہ دوم میں اورنگ زیب عالمگیر کا شجرہ نسب ہے- جبکہ حصہ سوم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، خلفائے راشدین اور آل حضرت علی کا ذکر ہے- اس میں مذکورہ ہستیوں کی زیادہ سے زیادہ چار نسلوں تک کا ذکر ہے- علاوہ ازیں ان ہستیوں کے مقام، یوم، تاریخ، ماہ و سال ولادت اور تاریخ، یوم، ماہ و سال اور وقت وفات کے ساتھ ساتھ مقام مدفون کا بھی ذکر ہے- اس تفصیل کے علاوہ ان ہستیوں کی والدہ کا مع والد کے نام کا بھی ذکر ہے- ان تمام تر معلومات کے علاوہ ان ہستیوں کی اولاد کا ذکر ہے اور یہ بھی درج ہے کہ ان میں سے کتنی لڑکیاں اور لڑکے تھے- حافظ عبدالرحمٰن نے یہ شجرہ اپنے محترم دوست، مولوی سید چراغ شاہ (۱۸۳۰-۱۸۸۴ء) کی فرمائش پر یکم محرم الحرام ۱۲۸۲ھ کو مکمل کیا- اس کے کل صفحات چودہ تھے- لیکن اس کے صفحات نمبر تین اور چار ضائع ہو گئے ہیں- "شجرۃ" کے قلمی نسخے کی ایک نقل محترم سید نور محمد قادری کے پاس محفوظ ہے- راقم ان کا ممنون ہے کہ انہوں نے اس کی فوٹو کاپی کرانے کی اجازت دی-

۲- راس العلماء مولانا ابو عبدالقادر محمد عبداللہ قادری رضوی ۲۱ رمضان المبارک ۱۲۸۱ھ کو کوٹلی لوہاراں (غربی) میں پیدا ہوئے- آپ نے عربی، فارسی، صرف و نحو، فلسفہ،

اصول معانی، تفسیر، حدیث، فقہ اور ہیت کے علاوہ متعدد مروجہ علوم اپنے والد محترم سے حاصل کئے اور صرف سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی تکمیل کے لئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت باباجی نور محمد نقشبندی، چورا شریف کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعدازاں بریلی شریف حاضر ہوئے اور وہاں پر موجود اکابر علمائے اہل سنت و جماعت سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا محمد عبداللہ قادری کی علمی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت بریلوی نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت کیا اور اپنی خلافت سے سرفراز کیا۔ علوم ظاہری و باطنی میں حصول کمال کے بعد مولانا محمد عبداللہ قادری نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا محور یوں تو پورا ہندوستان تھا۔ تاہم آپ انجمن نعمانیہ ہند، لاہور، انجمن حزب الاحناف، لاہور کے سالانہ اجلاسوں میں اور حضرت سید علی ہجویری (۱۰۰۹-۱۰۷۲ء) المعروف داتا گنج بخش کے عرس میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے تھے۔ آپ ایک عرصے تک جامع مسجد کوٹلی لوہاراں میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ زہد و تقویٰ میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ زندگی بھر کوئی نماز قضا نہ کی۔ سورہ مزمل، درود مستغاث اور قصیدہ بردہ شریف آپ کے خاص وظائف تھے۔ آپ کے فیضان نظر اور صحبت سے ہزاروں لوگ ہدایت پا گئے۔ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ آپ اردو، پنجابی اور فارسی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے اور شاعری کو بھی تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ ۱۳۱۸ھ میں آپ کا مجموعہ کلام ”انواع احمدی“ شائع ہوا تھا۔ اس کے خاص موضوع مذہبی اور اخلاقی تعلیمات ہیں۔ جن کے ذریعے مولانا محمد عبداللہ قادری نے لوگوں کو فرائض دینی سے آگاہ کرتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری سے چند اشعار درج ہیں ؎

رب دا خاص حبیب محمدؐ سرور کل جہاناں
جسدے اوپر نازل ہویا ہے فرقان خزاناں
اول سب تھیں وحدانیت خالق دی سکھلائی

فیر نماز پڑھن دی اٹکل نرمی نال سمجھائی
کل زمین اندر اوس کیتا دین خدا دا جاری
چڑھدے لہندے دکھن پربت ساری خلقت تاری
بلدی اگوں اساں بچایا سدھا راہ وکھایا
جس دے نال ہدایت والا دین اساں ہتھ آیا
نبی ولی سب اسدے اگے دعویٰ کرن غلامی
امت اندر ہوون تائیں جانن فخر تمامی

شاعری کے علاوہ بھی آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ جن میں "چراغ عجم" "عین الفیض" اور "مغنی الواعظین" نمایاں ہیں۔ مولانا محمد عبداللہ قادری کا وصال ۱۳۴۲ھ میں نماز فجر ادا کرنے کے بعد ہوا۔ حضرت فقیہ اعظم نے نماز جنازہ کی امامت کی اور کوٹلی لوہاراں کے عیدگاہ قبرستان میں، آپ کو حافظ عبدالرحمٰن کے بائیں پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالقادر (م۔ ۱۹۸۱ء) نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات لکھی جو لوح مزار پر درج ہے ؎

آہ حضرت مولوی عبداللہ
رفت درجنت ازین دار فنا
سفر او در نصف صفر آمد پدید
درشب سہ شنبہ شد از ماجدا
سال تاریخش چو جستم از خرد
گفت عبداللہ واعظ بے ریا

۱۳۴۲ھ

آفتاب احمد نقوی، سیالکوٹ دے کجھ غیر معروف پنجابی شاعر، چھیماہی کھوج (شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی)، (لاہور)، جولائی - دسمبر ۱۹۸۱ء، ص۔ ۴۲۔۔۴۳، محمد رضا المصطفیٰ چشتی، شیخ القرآن مولانا عبداللہ قادری، روزنامہ مساوات (لاہور)، ۵ اکتوبر ۱۹۷۵ء اور محمد صادق قصوری اور مجید اللہ قادری (مرتبین)، تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت،

کراچی، ۱۹۹۲ء، ص - ۱۲

شیخ القرآن مولانا حافظ ابوالیاس محمد امام الدین قادری رضوی ۱۸۶۱ء کے لگ بھگ کوٹلی لوہاراں (غربی) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد سے تکمیل تعلیم کے بعد اعلیٰ حضرت بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شوال المکرم ۱۳۳۰ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۱۲ء میں سند قرآن و حدیث حاصل کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں خلافت و اجازت بیعت سے مشرف ہوئے۔ حافظ صاحب نے اعلیٰ حضرت بریلوی کی وفات پر تاریخی مادے اور مصرعہ جات کہے تھے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

باب عطا احمد رضا ۱۳۴۰ھ

حضرت شاہ اہل صفا ۱۹۲۱ء

در سن یک ہزار و سہ صد و چہل ہجری بحر علوم ۱۳۴۰ھ

جامع کمالات زیر زمین نہاں شد ۱۳۴۰ھ

حافظ صاحب نے اپنے پیرو مرشد کی وفات پر منقبت بھی کہی تھی جس میں وہ، اعلیٰ حضرت بریلوی سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار اور ان کی شخصیت کا تعارف اس طرح کراتے ہیں۔

میرے قبلہ حضرت احمد رضا
وہ وحید الدہر یکتا زماں
ناصر ملت امام اہل دین
وہ مجدد پیشوائے عارفاں
ہائے دنیا سے وہ رحلت کر گئے
ناگہاں وہ ہو گئے ہم سے نہاں
مصرع تاریخ ہاتف نے کہا
داخل جنت ہوا قطب الزماں

۱۳۴۰ھ

حافظ صاحب تمام عمر فرق باطلہ کے خلاف تحریری و تقریری جہاد کرتے رہے۔ کوٹلی

لوہاراں کی جامع مسجد میں خطیب ہونے کی حیثیت سے، جب آپ وعظ فرماتے تو سارے مجمع پر چھا جاتے تھے۔ آپ مسلک اہل سنت و جماعت کو قرآن و حدیث کے دلائل سے ایسے عام فہم انداز سے بیان کرتے کہ حاضرین پر حق واضح ہو جاتا تھا۔ آپ خطیب اور واعظ ہونے کے علاوہ پنجابی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے کئی موضوعات پر تحقیقی کتب و رسائل بھی لکھے، جن میں بعض پنجابی اور اردو نثر میں ہیں اور بعض منظوم ہیں۔ آپ کی چند معروف تصانیف یہ ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ کی بشریت و عبدیت

۲۔ آیات بینات علیٰ عجز منکری الاحتیاط

۳۔ احتیاط الظہر

۴۔ الذکر المحمود فی بیان المولد المسعود

۵۔ تحذیر الناس عن وسوستہ الناس

۶۔ تنبیہ الشیعہ

۷۔ تیغ نعمانیہ

۸۔ جمعہ کی پیشی

۹۔ جواز حقہ

۱۰۔ نصرۃ الحق

۱۱۔ وہابیوں کی امامت

۱۲۔ ہدایتہ الشیعہ (دو جلدیں)

ان تصانیف کے علاوہ حضرت حافظ صاحب کے مضامین و فتاویٰ اپنے وقت کے معروف علمی و دینی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم کو حافظ صاحب سے بہت محبت تھی۔ یہ دونوں حضرات جلسوں میں اکثر و بیشتر ایک ساتھ جایا کرتے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم، حافظ صاحب کا وعظ سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔ حضرت حافظ محمد امام الدین قادری کا وصال ۲ اگست ۱۹۶۱ء بمطابق ۱۹ صفرالمظفر ۱۳۸۱ھ کو راولپنڈی میں ان کے اکلوتے صاحبزادے، مولوی محمد الیاس (م۔ ۱۹۸۴ء) کے گھر واقع سیٹلائٹ ٹاؤن

میں ہوا۔ وقت وصال آپ کی عمر تقریباً سو سال تھی۔ بارش کی وجہ سے آپ کی میت کو کوٹلی لوہاراں نہ لے جایا جاسکا۔ چنانچہ عیدگاہ شریف، راولپنڈی کے قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ نماز جنازہ مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری (۱۹۰۹-۱۹۷۹ء) نے پڑھائی۔ حضرت حافظ صاحب کے وصال پر پاک و ہند کے جید علمائے اہل سنت و جماعت و مشائخ عظام نے تعزیت کی۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (۱۹۰۶-۱۹۷۸ء) نے اپنے تعزیتی پیغام میں لکھا کہ "دنیاء اہل سنت میں ایک عالم دین متین کی وفات سے زبردست کمی ہو گئی۔ مولانا سلف صالحین علمائے ربانیین کی یادگار تھے۔ حیف کہ داغ مفارقت دے گئے"۔ ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں، سیالکوٹ)، ستمبر ۱۹۶۱ء، ص ۴۹۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد لائلپوری (۱۹۰۵-۱۹۶۲ء) نے اپنے تعزیتی خط میں لکھا کہ "مولانا کی وفات کی خبر سے فقیر کو بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ حضرت موصوف اہل سنت کے ایک جید عالم تھے" (مصدر سابق)۔ حکیم عبدالحئی سیالکوٹی نے حضرت حافظ صاحب کی تاریخ وصال لکھی ۔

یادگار زمانہ اسلاف
صاحب علم و جامع اوصاف

رونق افزائے منبر و محراب
زینت بزم زمرہ احناف

فاضل و حافظ کلام خدا
واقف سر قرات و اوقاف

نیک دل مولوی امام الدین
ہر خطائش خدا کناد معاف

سال ترحیل آں خجستہ سیر
گفتم از مشکلات ابجد صاف

یک ہزار ویک است نہصد و شصت
خواں در الفاظ از رہ انصاف!

ماہ طیبہ' ستمبر ۱۹۶۱ء' ص-۷ اور ۴۹ اور اکتوبر' ۱۹۶۱ء' ص- ۴۸--۵۰ 'محمد عبدالحکیم شرف قادری (مرتب)' تذکرہ اکابر اہل سنت' لاہور' ۱۹۷۶ء' ص-۸۳ --۸۴' محمد صادق قصوری اور مجید اللہ قادری' مصدر سابق' ص-۹ اور ۲۶۰ --۲۶۱اور ''مجلّہ: امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء'' کراچی' ۱۹۹۳ء' ص-۲۷

۳- مشتاق احمد نقشبندی' فقیہ اعظم 'ماہ طیبہ' جولائی ۱۹۶۸ء' ص -۲۴

۴- رشید نیاز' اولیائے سیالکوٹ' سیالکوٹ' ۱۹۹۲ء' ص-۸۴

۵- محمد دین کلیم' تذکرہ مشائخ قادریہ' لاہور' ۱۹۷۵ء' ص-۲۶۳

۶- مجیب احمد' فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی' ماہ طیبہ (سیالکوٹ)' نومبر ۱۹۹۰ء' ص-۱۸

۷- اقبال احمد فاروقی (مرتب)' دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور کا تعارف' لاہور' ۱۹۹۰ء' ص-۱۰ اور ۲۸ اور محمد دین کلیم' لاہور میں اہلسنّت کی مشہور درسگاہیں 'ضیائے حرم' دسمبر ۱۹۷۳ء' ص-۶۹

۸- رشید نیاز' مصدر سابق' ص - ۸۴

۹- ایضاً'' ص- ۸۵

۱۰- خواجۂ خواجگان قبلۂ عالم حضرت خواجہ حافظ محمد عبدالکریم نقشبندی کے حالات کے لئے دیکھیں- قاضی عالم الدین' کنز القدیم فی آثار الکریم' میرپور' ۱۹۸۷ء اور انیس احمد شیخ' لطف عمیم فی انوار الکریم' لاہور' ۱۹۷۹ء- حضرت حافظ صاحب کی وفات پر حضرت فقیہ اعظم نے عربی اور فارسی میں عیسوی اور ہجری سالوں کے حساب سے کئی قطعہ ہائے تاریخ وصال لکھے تھے- ان میں سے ایک درج ذیل ہے-

قبلۂ دیں و کعبۂ ایماں

ناصر دین و مذہب نعماں

وارث علم و دین مصطفوی

قطب اقطاب دہر و غوث زماں

چشمۂ فیض و عارف کامل

مطلع نور و

یعنی شیخ الشیوخ عبد کریم
واقف علم و حافظ قرآں
در شب بستمیں بماہ مئی
گشت از چشمہای ما پنہاں
ہاتفم بہر سال رحلت او
گفت پیر عظیم زیب جناں
۱۳۵۵ھ

۱۱۔ مشتاق احمد نقشبندی' مصدر سابق' ص۔۲۵

۱۲۔ محمد رمضان نقشبندی (مرتب)' گلزار نقشبندیہ' لالہ موسیٰ' ۱۹۳۵ء' ص۔۱۰۲

۱۳۔ انیس احمد شیخ' مصدر سابق' ص۔۱۱۸

۱۴۔ محمد صادق قصوری' امیر ملت اور ان کے خلفاء' سیالکوٹ' ۱۹۸۳ء' ص۔۲۲۳

۱۵۔ مشتاق احمد نقشبندی' مصدر سابق' ص۔۲۵

۱۶۔ اختر راہی' تذکرہ علمائے پنجاب (جلد اول)' لاہور' ۱۹۸۰ء' ص۔۳۲۶

۱۷۔ قاضی عالم الدین' مصدر سابق' ص۔۹

۱۸۔ ایضاً' ص۔۲۶۰۔۔۲۶۱

۱۹۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھیں۔ محمد ظفرالدین بہاری' حیات اعلیٰ حضرت (جلد اول)' کراچی' ۱۹۵۰ء' شاہ مانا میاں قادری' سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی' کراچی' ۱۹۷۰ء' شرکت حنفیہ لمیٹڈ' انوار رضا' لاہور' ۱۹۸۴ء' محمد مسعود احمد' حیات امام اہلسنت' لاہور' ۱۹۸۴ء اور بدرالدین احمد' سوانح اعلیٰ حضرت' لکھنؤ' ۱۹۶۳ء

۲۰۔ لیاقت علی خان نیازی' قرآن' سائنس اور امام احمد رضا بریلوی' چکوال' ۱۹۹۱ء' ص۔۹

۲۱۔ ذاتی انٹرویو مولانا ابوالنور محمد بشیر' کوٹلی لوہاراں' ۲۹ فروری ۱۹۹۲ء

۲۲۔ 'السند و الاجازۃ' کی اصل عبارت کے لئے دیکھیں۔ ضمیمہ نمبر ۱

۲۳- محمد عبدالحکیم شرف قادری، مصدر سابق، ص-۴۸۴ اور امیر ملت اور ان کے خلفاء، مصدر سابق، ص-۲۲۴

۲۴- محمد صادق قصوری اور مجید اللہ قادری، مصدر سابق، ص-۱۳

۲۵- شاہ احمد رضا خان، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (جلد ششم)، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص-۳۱۹

۲۶- ایضاً" ص- ۳۱۹--۳۲۰- اعلیٰ حضرت بریلوی اور حضرت فقیہ اعظم کے باہمی تعلقات کے لئے دیکھیں- مجیب احمد، خلیفۂ اعلیٰ حضرت: فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف، سالنامہ معارف رضا (کراچی)، شمارہ ۱۹۹۲ء، ص-۲۰۶--۲۱۳

۲۷- ابوالنور محمد بشیر، اعلیٰ حضرت بریلوی، ماہ طیبہ، نومبر ۱۹۵۲ء، ص-۵

۲۸- حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھیں- سید اختر حسین شاہ، سیرت امیر ملت، لاہور، ۱۹۹۰ء، عبدالمجید قصوری، امیر ملت کے قومی کارنامے، آگرہ، ۱۹۲۵ء، مرزا ذوالفقار علی بیگ، فیضان امیر ملت، حیدر آباد (دکن)، ۱۹۵۹ء، محمد صادق قصوری اور محمد عبدالقیوم خان، امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس، لاہور، ۱۹۹۱ء اور محمد صادق قصوری، انوار امیر ملت، قصور، ۱۹۸۳ء

۲۹- سید اختر حسین شاہ، مصدر سابق، ص- ۲۰۲--۲۰۳ اور امیر ملت اور ان کے خلفاء، مصدر سابق، ص-۲۲۳

۳۰- سید اختر حسین شاہ، مصدر سابق، ص-۲۴۴--۲۴۸

۳۱- ابوالنور محمد بشیر، سنی علماء کی حکایات، لاہور، س-ن، ص-۳۷--۳۸

۳۲- مشتاق احمد نقشبندی، حضرت فقیہ اعظم: مختصر اوصاف حسنہ، ماہ طیبہ، نومبر ۱۹۶۱ء، ص-۲۱

۳۳- خلیل احمد رانا (مرتب)، انوار قطب مدینہ، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص-۱۷۲- ایک روایت کے مطابق، حضرت فقیہ اعظم کے پاس حرمین الشریفین کے بعض علمائے کرام جن کے نام معلوم نہیں ہو سکے، کی اسناد بھی موجود تھیں- مناظرہ متعلقہ خمس ترویجہ (مابین قاضی مولوی محمد عبدالعزیز و مولوی حافظ محمد شریف اہلحدیث)، سیالکوٹ، س-ن، ص--۴--۵

باب: سوم

حضرت فقیہ اعظم میدان عمل میں

علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد حضرت فقیہ اعظم نے کوٹلی لوہاراں (غربی) کو اپنا مرکز بنا کر اپنی علمی و عملی زندگی کا آغاز کیا۔ طبیعت کی سادگی اور وسائل کی کمی کے باعث' آپ نے اپنا کوئی باقاعدہ دینی مدرسہ یا خانقاہ قائم نہیں کی بلکہ کوٹلی لوہاراں کی جامع مسجد کے ایک حجرے ہی میں بیٹھ کر اسلام اور مسلک اہل سنت و جماعت کی مختلف جہتوں میں بے لوث خدمت کی۔ حضرت حافظ عبدالکریم نقشبندی کی شان میں ایک اردو قصیدے میں حضرت فقیہ اعظم اپنا تعارف اس طرح کراتے ہیں۔

بنایا ہے خدا نے دل مرا گنجینہ حکمت
مری نظروں میں ہے شکل بدیہی علم یونانی

مرا دست کرم رکتا نہیں ایثار سے دم بھر
لٹاتا ہوں ہمیشہ گوہر اسرار خرقانی

حدیث مصطفی سے ہے دہن پیمانہ کوثر
زبان تر مری ہے موج بحر فقہ نعمانی

مرے نور یقیں سے ہے شبستان جہاں روشن
برنگ شمع کافوری سراپا دل ہے نورانی (۱)

گنجینہ حکمت والے دل' گوہر اسرار خرقانی لٹانے والے ہاتھ اور حدیث مصطفی ﷺ اور فقہ نعمانی سے تر رہنے والے زبان و دہن رکھنے والے حضرت فقیہ اعظم سے کئی لوگوں نے علم دین حاصل کیا۔ آپ کے پاس جو کوئی' جو کچھ بھی پڑھنے آتا' آپ اس کو تعلیم فرما دیتے تھے۔ کئی اصحاب نے حضرت فقیہ اعظم سے درس نظامی کی تکمیل کی' کچھ نے مروجہ کتب میں سے بعض پڑھیں اور کچھ نے صرف ناظرہ قرآن مجید مع ترجمہ پڑھا۔ حضرت فقیہ اعظم کے نور یقین اور دل نورانی سے شبستان جہاں کچھ اس طرح روشن ہوا کہ آپ کے تلامذہ 'استاذ العلماء کے درجے پر فائز ہو گئے اور آج تک اسلام اور مسلک اہل سنت و جماعت کی بھرپور خدمت کر رہے ہیں۔ یوں تو حضرت فقیہ

اعظم کے کئی شاگرد تھے، لیکن جن کے نام اور حالات دستیاب ہو سکے، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا محمد امام الدین رائے پوری

آپ ۱۸۶۷ء کو چک عادل، ضلع سیالکوٹ میں مولانا کرم الٰہی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے آپ، حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تفسیر و حدیث، معقول و منقول، فقہ و اصول، فلسفہ و منطق کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی بھی تعلیم حاصل کی اور امتیازی سند حاصل کی۔ تکمیل علوم دینیہ کے بعد مولانا محمد امام الدین رائے پور اعواناں، ضلع سیالکوٹ میں مستقل آباد ہو گئے۔ جب حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری اس علاقہ کے دورے پر آئے تو ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور کچھ عرصے بعد خلافت سے بھی نوازے گئے۔ حضرت امیر ملت کے حکم پر مولانا محمد امام الدین رائے پوری نے متحدہ پنجاب کے علاوہ بنگلور، میسور، احمد آباد، بمبئی اور مدراس تک تبلیغ کے سلسلے میں دورے کئے۔ آپ انجمن خدام الصوفیہ ہند (۱۹۰۱ء) کے ترجمان، ماہنامہ "انوار الصوفیہ" کے مدیر بھی رہے۔ آپ آخر دم تک جامع مسجد گھنٹہ گھر، سیالکوٹ چھاؤنی میں خطیب رہے۔ مولانا محمد امام الدین فن مناظرہ میں بھی یکتا تھے۔ آریہ سماجیوں اور قادیانوں سے متعدد مناظرے کئے اور کامیاب و کامران رہے۔ شدھی تحریک (۱۹۲۲ء) کے انسداد کے لئے حضرت امیر ملت کے ہمراہ متاثرہ علاقوں کے دورے کئے۔ تحریک پاکستان کے دوران، ضلع سیالکوٹ میں آل انڈیا مسلم لیگ (۱۹۰۶ء) کی حمایت میں جلسے کئے اور قیام پاکستان کے بعد، بھارت سے آنے والے مہاجرین کی آباد کاری کے لئے شب و روز کام کیا۔ مولانا محمد امام الدین رائے پوری کا انتقال ۸ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۲ اپریل ۱۹۵۴ء کو ہوا۔ آپ کا مزار، رائے پور اعواناں میں ہے۔(۲)

۲۔ علامہ محمد شریف نقشبندی

آپ ۱۹۲۵ء کو موضع باجرہ گڑھی، ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام صوفی ضمیر احمد تھا۔ فارسی، صرف و نحو اور فقہ کی ابتدائی کتب حضرت فقیہ اعظم سے پڑھیں۔ باقی کتب، مدرسہ نقشبندیہ (۱۹۱۶ء) علی پور سیداں شریف میں پڑھیں۔ ۱۹۵۰ء میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام، جھنگ بازار، لائلپور (اب فیصل آباد) سے سند فراغت حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد منڈی وار برٹن میں جامع مسجد مدینہ کی بنیاد رکھی جہاں سات سال تک خطیب رہے۔ بعد میں ڈسکہ آکر جامع مسجد نور کی

بنیاد رکھی اور مسجد سے متصل ایک دارالعلوم بھی قائم کیا۔ تحریک پاکستان، تحاریک ختم نبوت (۱۹۵۳ اور ۱۹۷۴ء) اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ (۱۹۷۷ء) میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ علامہ محمد شریف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت امیر ملت اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد محدث لائلپوری (۳) سے بیعت تھے۔ علامہ محمد شریف کا انتقال ۱۹۸۴ء کو ہوا۔(۴)

۳۔ مولانا محمد یوسف

آپ ۱۹۱۵ء کو شادیوال، ضلع سیالکوٹ میں مولانا عبدالعزیز کے گھر پیدا ہوئے۔ والد ماجد سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد، درس نظامی کی تکمیل حضرت فقیہ اعظم سے کی۔ مولانا محمد یوسف، طب میں حکیم خادم علی سیالکوٹی کے شاگرد تھے۔ مولانا محمد یوسف، عید گاہ شریف راولپنڈی میں بیعت تھے۔ آپ کا انتقال ۱۹۸۰ء کو ہوا۔ آپ کا مزار شادیوال، گوندل روڈ پر ہے۔(۵)

۴۔ مولانا سید صالح محمد شاہ، کوٹلی لوہاراں (غربی)

۵۔ مولانا صوفی مشتاق احمد نقشبندی، کوٹلی لوہاراں (غربی)

۶۔ مولانا محمد شفیع، ہیڈ مرالہ، ضلع سیالکوٹ

۷۔ مولانا محمد عالم، مراکیوال، ضلع سیالکوٹ

۸۔ مولانا محمد اعظم، جھلکی، ضلع سیالکوٹ

۹۔ حکیم عبدالحئ، سیالکوٹ

۱۰۔ صوفی بشیر احمد سڈل

آپ کا تعلق کوٹلی لوہاراں (غربی) سے ہے۔ آپ نے ناظرہ قرآن مجید مع ترجمہ کے علاوہ بعض دیگر کتب دینیہ، حضرت فقیہ اعظم سے پڑھی تھیں۔ آپ ان دنوں، کوٹلی لوہاراں میں اپنے گھر میں بچوں اور بچیوں کو قرآنی تعلیم دے رہے ہیں۔ صوفی بشیر احمد بیان کرتے ہیں کہ جب کبھی حضرت فقیہ اعظم کو گاؤں سے باہر جانا پڑتا تو ہمیں حضرت مولانا محمد امام الدین قادری کے حوالے کر کے جاتے اور تاکید فرماتے تھے کہ دیکھو! اپنی تعلیم کا ناغہ نہ ہونے دینا۔(۶)

۱۱۔ مولانا محمد افضل کوٹلوی

آپ ۱۹۳۵ء کو کوٹلی لوہاراں (غربی) میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام محمد اسحاق تھا۔ حضرت فقیہ اعظم اور حضرت حافظ محمد امام الدین قادری سے دینی کتب پڑھیں۔ ۱۹۵۶ء میں ایف۔ اے کرنے کے بعد کوئٹہ چلے گئے اور وہاں ایم۔ ای۔ ایس کی ورکشاپ میں ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصہ محکمہ صحت میں بھی کام کیا۔ کوئٹہ میں انجمن خدام المسلمین کے چھ سال تک سیکرٹری رہے۔ انجمن ترقی اردو کی کوئٹہ شاخ کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ بلوچستان کے شعروادب پر "وادی بولان میں" کے نام سے کتاب مرتب کی۔ "دھنک" کے نام سے بلوچستان کے شعراء کا تعارف شائع کیا۔ ۱۹۵۹ء میں فیصل آباد آئے تو شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد لائلپوری کے ہاتھ پر بیعت کی اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد میں مزید تعلیم حاصل کرنے لگے۔ سند فراغت، جامعہ قادریہ رضویہ، مصطفیٰ آباد، فیصل آباد سے حاصل کی۔(۷) آج کل جامعہ قادریہ رضویہ میں مدرس ہیں۔ مولانا محمد افضل کوٹلوی اچھے مصنف ہونے کے علاوہ اچھے شاعر بھی ہیں۔ شاعری میں آپ صبا متھراوی کے شاگرد ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں آپ کا نعتیہ مجموعۂ کلام "عرش تمنا" کے نام سے فیصل آباد سے شائع ہوا ہے۔ آپ عربی، اسلامیات اور سیاسیات میں ایم۔ اے ہیں۔

۱۲۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق

آپ ۱۹۳۱ء کو کوٹلی لوہاراں (شرقی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حضرت فقیہ اعظم سے حاصل کی۔ بعد میں حضرت فقیہ اعظم آپ کو خود اپنے ساتھ لے کر مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف میں داخل کرا آئے۔ مزید تعلیم کے لئے مولانا محمد صادق جامعہ رضویہ منظر اسلام (۱۹۰۴ء) بریلی شریف چلے گئے۔ ۱۹۵۰ء میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد سے دورہ حدیث میں دستار فضیلت حاصل کی اور شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد لائلپوری سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہوئے۔ تحصیل علم کے بعد، آپ ایک سال سے زائد عرصے تک جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں بطور مدرس خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ گوجرانوالہ کی جامعہ مسجد زینت المساجد کے خطیب مقرر ہوئے جہاں آج بھی آپ مسلک اہل سنت وجماعت کی دلیرانہ اور سلف الصالحین کی طرز پر تبلیغ کر رہے ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں حج بیت اللہ سے واپسی پر آپ نے گوجرانوالہ میں دارالعلوم جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم کی بنیاد رکھی۔ آپ ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" کے بانی مدیر ہیں جو پچھلے

چھتیس سالوں سے پاکستان اور بیرونی دنیا میں مسلک اہل سنت و جماعت کی خالص اعتقادی حیثیت سے ترجمانی کر رہا ہے۔ مولانا محمد صادق ایک مذہبی جماعت 'جماعت رضائے مصطفیٰ' کے پاکستان میں بانی امیر ہیں۔ کئی تحقیقی اور اعتقادی کتب کے مصنف ہونے کے علاوہ آپ سیاسی میدان میں بھی ہمیشہ صف اول میں رہتے ہیں۔ تحاریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور گوجرانوالہ میں ان تحاریک کی قیادت کی۔(۸)

۱۴۳۔ مولانا ابوالنور محمد بشیر

فاضل شہیر، سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں (غربی) میں ۱۲ مئی ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ حضرت فقیہ اعظم کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی تربیت ایک خاص علمی، دینی اور روحانی ماحول میں ہوئی۔ ابتدائی علوم کی تکمیل، حضرت فقیہ اعظم سے کی۔ بعد ازاں ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور (۱۹۳۵ء) میں داخل ہوئے اور سند فراغت حاصل کی۔ آپ گکھڑمنڈی، راولپنڈی اور کوٹلی لوہاراں (غربی) میں مختلف ادوار میں خطیب رہے۔ جلد ہی آپ پاک و ہند میں اپنی شیریں خطابی، فاضلانہ و عالمانہ تقاریر، بذلہ سنجی، حاضر جوابی اور اپنے اردو اور پنجابی اشعار کی وجہ سے مشہور ہو گئے اور اہل سنت و جماعت کے محبوب و مقبول ترین واعظ بن گئے۔ آپ کو شیر پنجاب، سلطان الواعظین اور محسن اہل سنت کے القابات سے نوازا گیا۔ ایک صاحب طرز اور خوش بیان خطیب ہونے کے علاوہ آپ کثیرالتصانیف بھی ہیں۔ "سچی حکایات" (پانچ جلدیں) کے حوالے سے پاک و ہند کے ہر سنی گھر میں آپ متعارف ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی مشہور اور اہم تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ آنا جانا نور کا

۲۔ القول الحسن فی جواز الکتابۃ علی الکفن

۳۔ ختم نبوت

۴۔ خطبات (دو جلدیں)

۵۔ خطیب

۶۔ سنی علماء کی حکایات

۷۔ شیطان کی حکایات

۸- علمائے دیو بند کی حکایات

۹- علم و عرفاں

۱۰- عورتوں کی حکایات

۱۱- لبیک یا سیدیؐ

۱۲- مثنوی کی حکایات

۱۳- مفید الواعظین

۱۴- واعظ (چار جلدیں)

ان کتب کے علاوہ "آجکل" کے نام سے آپ کا شعری مجموعہ بھی ہے جس میں عصر حاضر کی تہذیب پر لطیف اور فکر انگیز طنز و مزاح کیا گیا ہے۔

اگست ۱۹۵۱ء میں مولانا ابو النور محمد بشیر نے حضرت فقیہ اعظم کی یاد میں ماہنامہ "ماہ طیبہ" جاری کیا۔ جو مسلسل اکیس سال تک مسلک اہل سنت و جماعت کی بھرپور اور موثر ترجمانی کرتا رہا۔ "ماہ طیبہ" کی مقبولیت و افادیت کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ جلد ہی پاک و ہند میں اہل سنت و جماعت کا امتیازی نشان بن گیا۔ "ماہ طیبہ" میں اعتقادی اور تاریخی مضامین کے علاوہ مغربی تہذیب اور مغرب زدہ ذہنیت پر بھرپور تنقید کی جاتی تھی۔

مولانا ابو النور محمد بشیر' دوسرے علمائے اہل سنت کے ہمراہ تحریک پاکستان میں بھی سرگرم رہے۔ آپ نے کئی علاقوں کے دورے کئے اور پاکستان کے حق میں رائے عامہ کو ہموار اور منظم کیا۔ آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے زیر اہتمام منعقدہ تاریخی بنارس سنی کانفرنس (اپریل ۱۹۴۶ء) میں شرکت کی۔ تحریک پاکستان کے دوران آپ کا مندرجہ ذیل شعر زبان زد عام تھا۔

پاک اللہ پاک احمد پاک جسم و جان ہو
کیوں نہ رہنے کے لئے بھی ملک پاکستان ہو

حضرت فقیہ اعظم کو مولانا ابو النور محمد بشیر سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "فقیر جانتا ہے کہ محمد بشیر کیا چیز ہوگا۔ عزیزم مولوی محمد بشیر کے عشق و فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواعظ اور گستاخان رسولؐ کی مدافعت کے مواعظ سن کر میں عزیز پر فدا ہوں اور دعا ہے کہ میرا فرزند محمد بشیر دشمنان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں ڈھال عظیم ثابت ہو اور

حضور ﷺ کی اس پر نظر رحمت رہے"۔(۹) حضرت فقیہ اعظم، مولانا ابوالنور محمد بشیر کی ہر طرح حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرماتے تھے۔ آپ ان کی کتابوں پر تقاریظ اور تصدیقات تحریر فرماتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مولانا ابوالنور محمد بشیر کی کتاب "ختم نبوت" پر، حضرت فقیہ اعظم کی تقریظ اور "القول الحسن فی جواز الکتابہ علی ا لکفن" پر تصدیق ملتی ہے۔ حضرت فقیہ اعظم، جہاں ان کے علم اور تحقیقی انداز کو سراہتے، وہیں آپ مولانا ابوالنور محمد بشیر کے علم و فضل میں مزید برکت ہونے کی دعا بھی کرتے تھے۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر، حضرت فقیہ اعظم کے تلامذہ میں سے ممتاز ترین شاگرد ہیں۔ آپ نے اپنے مواعظ اور تصانیف سے اہل سنت و جماعت کی کئی نسلوں کو فکری طور پر متاثر کیا۔ موجودہ دور کے سنی علمائے کرام میں شاید ہی کوئی ہو جس نے ان کے مواعظ اور کتابوں سے استفادہ نہ کیا ہو۔ مولانا ابوالنور محمد بشیر، حضرت مولانا خواجہ نواب الدین رامدسی چشتی (۱۰) (۱۸۷۰-۱۹۴۶ء) کے داماد ہیں۔ جنوبی ایشیاء کے ممالک کے علاوہ، مشرق وسطیٰ اور یورپ کے متعدد ممالک کے تبلیغی دورے بھی کر چکے ہیں۔ مولانا ابوالنور محمد بشیر، حضرت فقیہ اعظم کے جانشین ہیں اور ہر سال حضرت فقیہ اعظم کے عرس شریف کی تقریبات اپنی زیر نگرانی منعقد کراتے ہیں۔

مذہبی جلسے:

کیوں نہ گلشن مری خوشبوئے دہن سے مہکے
باغ عالم میں بلبل ہوں ثناء خواں کس کا؟

حضرت فقیہ اعظم طریقتاً نقشبندی اور مذاہباً" حنفی تھے۔ اس لئے زبان و قلم سے فقہ حنفی کی پرجوش اور سرگرم تبلیغ کی۔ اپنے مخصوص، دلکش اور عام فہم انداز میں متحدہ ہندوستان کے تقریباً" تمام علاقوں میں اور بعد میں پاکستان میں، خاص طور پر پنجاب کے قصبوں، دیہات اور شہروں میں بڑے بڑے دینی جلسوں سے خطاب کیا۔ اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لاہور تا کلکتہ و بمبئی تک، حضرت فقیہ اعظم کی جادو بیانی کا ڈنکا بجنے لگا۔ آپ ایک سچے اور پرجوش حنفی تھے۔ اس لئے آپ کی تقاریر کا خاص موضوع فقہ حنفی کی افادیت، اہمیت اور انفرادیت بیان کرنا ہوتا تھا۔ آپ اپنے مواعظ کے ذریعے لوگوں میں امام ابو حنیفہ اور فقہ حنفی کی محبت اور اس کے لئے لگن پیدا کر دیتے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم اپنی تقریروں میں مخالفین فقہ، فقہ حنفی اور امام ابو حنیفہ کے تمام اعتراضات کا رد

اتنے حسین اور اثر انگیز انداز میں کرتے تھے کہ مخالفین ان کے دلائل کاملہ کا جواب نہ دے سکتے تھے۔

حضرت فقیہ اعظم دیگر علمائے اہل سنت و جماعت کے ہمراہ سیالکوٹ کے مضافات اور جموں و کشمیر کے علاقوں میں تبلیغی دوروں پر جاتے اور لوگوں کو حب رسول ﷺ کا درس دیتے' جابجا محافل میلاد منعقد کراتے اور مسلک اہل سنت و جماعت کی نشرواشاعت کے ساتھ ساتھ مذاہب و عقائد باطلہ کا شدید رد کرتے تھے۔ ان تبلیغی دوروں کے دوران حضرت فقیہ اعظم کے ہمراہ مولانا محمد امام الدین قادری' مفتی محمد عبدالعزیز ہاشمی' مولانا محمد نورالحسن سیالکوٹی(۱۱) اور سید فتح علی شاہ قادری(۱۲) ہوتے تھے۔(۱۳) تاہم حضرت فقیہ اعظم کی توجہ کا خاص مرکز' کوٹلی لوہاراں اور ارد گرد کے دیہات ہوتے تھے جہاں آپ کے واعظ سے کئی لوگ بدعقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت و جماعت اختیار کرلیتے تھے اور کئی غیر مسلم مشرف باسلام ہو جاتے تھے۔(۱۴)

حضرت فقیہ اعظم زیادہ تر جمعتہ المبارک کے خطبوں' تبلیغی جلسوں' عرس کی تقریبات اور ذکر و فکر کی دوسری مجالس میں وعظ کرتے تھے۔ آپ اپنے مواعظ میں تفسیر و حدیث' فقہ اور تصوف کے حوالے باکثرت دیتے تھے۔ عید گاہ شریف' راولپنڈی میں رسول اللہ ﷺ کے عرس شریف کے موقع پر آپ اور حکیم خادم علی سیالکوٹی ایک ساتھ جایا کرتے تھے۔ حکیم صاحب' حضرت فقیہ اعظم سے پہلے تقریر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں آدھی تقریر کروں گا۔ اس لئے کہ میری تقریر اشعار اور ان کی تشریح پر مشتمل ہوگی جبکہ حضرت مولانا محمد شریف صاحب پوری تقریر کریں گے کیونکہ ان کی تقریر میں کوئی شعر نہیں ہو گا بلکہ قرآن و حدیث کی تشریح ہوگی۔(۱۵)

حضرت فقیہ اعظم اور مولانا محمد امام الدین قادری پاک و ہند کے ان چند جید علمائے کرام و مشائخ عظام میں شامل تھے جو دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور کے پہلے تاریخی جلسہ دستار فضیلت میں شریک ہوئے تھے۔(۱۶) اس تاریخی جلسے اور اس میں موجود مشاہیر اسلام کی وجہ سے دارالعلوم کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کے سالانہ جلسوں میں شرکت کرنے کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم مرکزی انجمن نعمانیہ ہند' لاہور' مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوارالعلوم' ملتان (۱۹۳۵ء) اور مدرسہ نقشبندیہ' علی پور سیداں شریف کے سالانہ اجلاسوں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ علمائے کرام اور مشائخ عظام کے عرس شریف کی تقریبات بھی بڑے اہتمام

سے شرکت کرتے تھے۔ امر تسر کے احناف نے انجمن تبلیغ الاحناف (۱۹۱۲ء) قائم کی تھی جس کے تحت امر تسر میں ہر سال امام ابو حنیفہ کا عرس کرایا جاتا تھا۔ حضرت فقیہ اعظم تقریباً" ہر سال عرس کی تقریبات میں شریک ہوتے تھے اور ہندوستان بھر کے جلیل القدر علمائے کرام و فضلاء اور مشائخ عظام کی موجودگی میں گھنٹوں امام ابو حنیفہ اور فقہ حنفی کی افادیت اور اہمیت پر تقریر کرتے تھے۔(۱۷)

مناظرے:

حضرت فقیہ اعظم نے فن مناظرہ کی عملی تربیت اپنے والد ماجد سے حاصل کی ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ اسی تربیت ہی کا اثر تھا کہ حضرت فقیہ اعظم کی نکتہ وری اور دیدہ وری کے سامنے آنے کی' ہندوستان کے مخالف عقیدہ رکھنے والے علمائے دین کے علاوہ کوئی غیر مسلم بھی جرات نہ کرتا تھا۔ (۱۸) سیالکوٹ اور کوٹلی لوہاراں میں اہلحدیث حضرات سے آپ کے متعدد مناظرے ہوئے۔ اہلحدیث حضرات کی طرف سے مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۱۸۷۴-۱۹۵۶ء) حضرت فقیہ اعظم سے مناظرہ کرتے تھے۔ جن میں ہمیشہ حضرت فقیہ اعظم ہی کامیاب و کامران ہوتے تھے۔(۱۹) اسی طرح علمائے دیوبند سے بھی آپ کے کامیاب مناظرے ہوئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک مناظرہ کنڈن سیان' تحصیل سمندری' ضلع لائلپور میں احتیاط الظہر کے مسئلے پر ہوا۔ حضرت فقیہ اعظم نے پچاس کتابوں سے احتیاط الظہر کا ثبوت دیا اور منکر ظہر جمعہ کو **ارائیت الذی ینھی عبدا اذا صلی** مصداق ٹھہرایا۔(۲۰)

۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ بمطابق ۳۱ جنوری ۱۹۳۴ء کو انجمن حزب الاحناف' لاہور (۱۹۲۴ء) کی طرف سے مسجد وزیر خان میں مولانا محمد اشرف علی تھانوی(۲۱) (۱۸۶۳-۱۹۴۳ء) سے علمائے اہل سنت کا مناظرہ ہونا طے پایا۔ اہل سنت و جماعت کی طرف سے حضرت مولانا محمد حامد رضا خان قادری بریلوی(۲۲) (۱۸۷۵-۱۹۴۳ء) مناظر تھے۔ یہ مناظرہ مولانا محمد اشرف علی تھانوی کی کتاب "حفظ الایمان" (۲۳)' مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب "براہین قاطعہ" (۲۴) اور مولوی محمد قاسم نانوتوی(۲۵) (۱۸۳۲-۱۸۸۰ء) کی کتاب "تحذیر الناس" (۲۶) کی بعض متنازعہ فیہ عبارات پر ہونا تھا۔ مولانا مفتی محمد حامد رضا خان کے ہمراہ' حضرت مولانا صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (۲۷) (۱۸۸۲-۱۹۴۸ء)' مولانا سید الشاہ علی حسین کچھوچھوی (م-۱۹۳۶ء) اور حضرت فقیہ اعظم کے علاوہ دیگر ممتاز علمائے اہل سنت تھے۔ اگرچہ یہ مناظرہ' مولانا اشرف علی تھانوی یا ان کے کسی

اتنے حسین اور اثر انگیز انداز میں کرتے تھے کہ مخالفین ان کے دلائل کاملہ کا جواب نہ دے سکتے تھے۔

حضرت فقیہ اعظم دیگر علمائے اہل سنت و جماعت کے ہمراہ سیالکوٹ کے مضافات اور جموں و کشمیر کے علاقوں میں تبلیغی دوروں پر جاتے اور لوگوں کو حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس دیتے' جابجا محافل میلاد منعقد کراتے اور مسلک اہل سنت و جماعت کی نشرواشاعت کے ساتھ ساتھ مذاہب و عقائد باطلہ کا شدید رد کرتے تھے۔ ان تبلیغی دوروں کے دوران حضرت فقیہ اعظم کے ہمراہ مولانا محمد امام الدین قادری' مفتی محمد عبدالعزیز ہاشمی' مولانا محمد نورالحسن سیالکوٹی(۱۱) اور سید فتح علی شاہ قادری(۱۲) ہوتے تھے۔(۱۳) تاہم حضرت فقیہ اعظم کی توجہ کا خاص مرکز' کوٹلی لوہاراں اور ارد گرد کے دیہات ہوتے تھے جہاں آپ کے واعظ سے کئی لوگ بد عقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت و جماعت اختیار کر لیتے تھے اور کئی غیر مسلم مشرف با اسلام ہو جاتے تھے۔(۱۴)

حضرت فقیہ اعظم زیادہ تر جمعتہ المبارک کے خطبوں' تبلیغی جلسوں' عرس کی تقریبات اور ذکر و فکر کی دوسری مجالس میں وعظ کرتے تھے۔ آپ اپنے مواعظ میں تفسیر و حدیث' فقہ اور تصوف کے حوالے باکثرت دیتے تھے۔ عید گاہ شریف' راولپنڈی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرس شریف کے موقع پر آپ اور حکیم خادم علی سیالکوٹی ایک ساتھ جایا کرتے تھے۔ حکیم صاحب' حضرت فقیہ اعظم سے پہلے تقریر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں آدھی تقریر کروں گا۔ اس لئے کہ میری تقریر اشعار اور ان کی تشریح پر مشتمل ہو گی جبکہ حضرت مولانا محمد شریف صاحب پوری تقریر کریں گے کیونکہ ان کی تقریر میں کوئی شعر نہیں ہو گا بلکہ قرآن و حدیث کی تشریح ہو گی۔(۱۵)

حضرت فقیہ اعظم اور مولانا محمد امام الدین قادری پاک و ہند کے ان چند جید علمائے کرام و مشائخ عظام میں شامل تھے جو دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور کے پہلے تاریخی جلسہ دستار فضیلت میں شریک ہوئے تھے۔(۱۶) اس تاریخی جلسے اور اس میں موجود مشاہیر اسلام کی وجہ سے دارالعلوم کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کے سالانہ جلسوں میں شرکت کرنے کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم مرکزی انجمن نعمانیہ ہند' لاہور' مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوارالعلوم' ملتان (۱۹۳۵ء) اور مدرسہ نقشبندیہ' علی پور سیداں شریف کے سالانہ اجلاسوں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ علمائے کرام اور مشائخ عظام کے عرس شریف کی تقریبات بھی بڑے اہتمام

سے شرکت کرتے تھے۔ امرتسر کے احناف نے انجمن تبلیغ الاحناف (۱۹۱۲ء) قائم کی تھی جس کے تحت امرتسر میں ہر سال امام ابو حنیفہ کا عرس کرایا جاتا تھا۔ حضرت فقیہ اعظم تقریباً" ہر سال عرس کی تقریبات میں شریک ہوتے تھے اور ہندوستان بھر کے جلیل القدر علمائے کرام و فضلاء اور مشائخ عظام کی موجودگی میں گھنٹوں امام ابو حنیفہ اور فقہ حنفی کی افادیت اور اہمیت پر تقریر کرتے تھے۔(۱۷)

مناظرے:

حضرت فقیہ اعظم نے فن مناظرہ کی عملی تربیت اپنے والد ماجد سے حاصل کی ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ اسی تربیت ہی کا اثر تھا کہ حضرت فقیہ اعظم کی نکتہ وری اور دیدہ وری کے سامنے آنے کی' ہندوستان کے مخالف عقیدہ رکھنے والے علمائے دین کے علاوہ کوئی غیر مسلم بھی جرات نہ کرتا تھا۔ (۱۸) سیالکوٹ اور کوٹلی لوہاراں میں اہلحدیث حضرات سے آپ کے متعدد مناظرے ہوئے۔ اہلحدیث حضرات کی طرف سے مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۱۸۷۴-۱۹۵۶ء) حضرت فقیہ اعظم سے مناظرہ کرتے تھے۔ جن میں ہمیشہ حضرت فقیہ اعظم ہی کامیاب و کامران ہوتے تھے۔(۱۹) اسی طرح علمائے دیوبند سے بھی آپ کے کامیاب مناظرے ہوئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک مناظرہ کنڈن سیان' تحصیل سمندری' ضلع لائلپور میں احتیاط الظہر کے مسئلے پر ہوا۔ حضرت فقیہ اعظم نے پچاس کتابوں سے احتیاط الظہر کا ثبوت دیا اور منکر ظہر جمعہ کو ارائیت الذی ینھی عبدا اذا صلی مصداق ٹھہرایا۔(۲۰)

۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ بمطابق ۳۱ جنوری ۱۹۳۴ء کو انجمن حزب الاحناف' لاہور (۱۹۲۴ء) کی طرف سے مسجد وزیر خان میں مولانا محمد اشرف علی تھانوی(۲۱) (۱۸۶۳-۱۹۴۳ء) سے علمائے اہل سنت کا مناظرہ ہونا طے پایا۔ اہل سنت و جماعت کی طرف سے حضرت مولانا محمد حامد رضا خان قادری بریلوی(۲۲) (۱۸۷۵-۱۹۴۲ء) مناظر تھے۔ یہ مناظرہ مولانا محمد اشرف علی تھانوی کی کتاب "حفظ الایمان" (۲۳)' مولوی خلیل احمد انیٹھوی کی کتاب "براہین قاطعہ" (۲۴) اور مولوی محمد قاسم نانوتوی(۲۵) (۱۸۳۲-۱۸۸۰ء) کی کتاب "تحذیر الناس" (۲۶) کی بعض متنازعہ فیہ عبارات پر ہونا تھا۔ مولانا مفتی محمد حامد رضا خان کے ہمراہ' حضرت مولانا صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (۲۷) (۱۸۸۲-۱۹۴۸ء)' مولانا سید الشاہ علی حسین کچھوچھوی (م-۱۹۳۶ء) اور حضرت فقیہ اعظم کے علاوہ دیگر ممتاز علمائے اہل سنت تھے۔ اگرچہ یہ مناظرہ' مولانا اشرف علی تھانوی یا ان کے کسی

وکیل کے نہ آنے کے باعث منعقد نہ ہوسکا' تاہم انجمن حزب الاحناف کی طرف سے مولانا محمد حامد رضا خان اور ان کے ہمراہ آنے والے دیگر علمائے کرام کے اعزاز میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔(۲۸) روایتی مناظروں کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم نے مخالف عقیدہ رکھنے والے علمائے کرام سے تحریری مناظرے بھی کئے اور ان کی کئی کتابوں کے رد تحریر کئے۔

سیاست:

اسلام میں دین و دنیا کی تفریق کرنا جائز نہیں۔ دنیا دار العمل ہے اور سیاست کاروبار دنیا چلانے کا بنیادی عنصر ہے۔ علمائے کرام' جہاں اپنے دینی معمولات میں مصروف رہتے ہیں وہیں وہ ملکی حالات و واقعات سے لاتعلق نہیں رہتے۔ دین و دنیا کی دوئی' عہد ملوکیت کی یادگار ہے جس پر علمائے حق کبھی بھی عمل پیرا نہیں رہے۔ اس کے برعکس' انہوں نے ہمیشہ' اپنی بساط کے مطابق ملکی سیاست میں عملی حصہ لیا ہے۔ تاہم علمائے حق کی سیاست' دین کے تابع تھی اس لئے یہ حکومت اور عوام کی قرآن و حدیث کی روشنی میں راہنمائی کرتے رہے ہیں۔

۱۹۲۳ء میں جب ہندو سرمایہ داروں کے تعاون سے سوامی شردھانند نے انگریزی سامراج کے ایماء پر یو۔ پی کے مسلمانوں کو شدھ کرکے دوبارہ ہندو بنانے کی مہم کا آغاز کیا تو حضرت امیر ملت کی قیادت میں علمائے کرام نے شدھی تحریک کا مقابلہ کیا۔ حضرت امیر ملت نے اس سلسلے میں' متاثرہ علاقوں میں اپنے صاحبزادگان' خلفاء اور مریدین کے مختلف وفود روانہ کئے۔ آپ بذات خود بھی بعض علاقوں کے دورے پر گئے اور شدھی تحریک سے متاثرہ افراد کو دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ حضرت امیر ملت کے ان دوروں میں' دیگر علمائے کرام کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم بھی شریک سفر ہوتے تھے۔(۲۹)

برصغیر پاک و ہند کے مسلمان' جب اپنے لئے ایک الگ وطن کے حصول کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے پرچم تلے' انگریزی سامراج' ہندو اور قوم پرست مسلمانوں کے خلاف چومکھی لڑائی لڑ رہے تھے تو اس دوران دیگر علمائے اہل سنت و جماعت کی طرح' حضرت فقیہ اعظم بھی تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کے حق میں جگہ جگہ تقریریں کرکے مسلمانان ہند کو 'پاکستان' اور مسلم لیگ کے حق میں بیدار اور منظم کر رہے تھے۔ ۲۶ --- ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس امرتسر کے زیر اہتمام' ہال بازار' امرتسر میں امام ابو حنیفہ کا عرس منعقد ہوا۔

عرس کی تقریبات کی صدارت حضرت امیر ملت کر رہے تھے۔ ان تقریبات میں حضرت فقیہ اعظم کے علاوہ' دیگر شرکاء میں نمایاں نام صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (۳۰) (۱۸۹۴ - ۱۹۶۱ء) اور علامہ عبدالغفور ہزاروی (۳۱) (۱۹۱۰-۱۹۷۰ء) کے ہیں۔ ان تمام حضرات نے تصور پاکستان اور مطالبۂ پاکستان کی پر زور حمایت کا اعلان کیا۔ مولانا ابوالنور محمد بشیر نے بھی اس اجلاس میں 'پاکستان' کے حق میں تقریر کی اور اکابر علمائے کرام کے اعلان کی تائید و حمایت کی۔ (۳۲)

مارچ ۱۹۴۰ء کے لاہور اجلاس میں قرارداد پاکستان منظور کرنے کے بعد مسلم لیگ نے مطالبہ پاکستان کو پورے زور و شور سے پیش کیا اور اس سلسلے میں مسلم رائے عامہ کو منظم اور متحرک کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے کئی طبقوں اور گروہوں نے اس جدوجہد میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ جس کی وجہ سے مسلم لیگ بتدریج' مسلمانان ہند کی واحد سیاسی جماعت بن گئی۔ مسلم لیگ کی اس عوامی حمایت اور سیاسی اہمیت سے انگریزی سامراج اور ہندو خائف تھے۔ انہوں نے مسلم لیگ کو مطالبہ پاکستان سے ہٹانے کے لئے کئی تجاویز پیش کیں لیکن مسلم لیگ اپنے مطالبے سے کسی قیمت پر پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔ اس لئے انگریز نے مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگریس (۱۸۸۵ء) کی سیاسی اہمیت کا اندازہ کرانے کے لئے ۱۹۴۵-۱۹۴۶ء میں انتخابات کرانے کا اعلان کیا۔ کانگریس' جس کا دعویٰ تھا کہ صرف وہی ہندوستان کی واحد سیاسی جماعت ہے' نے اپنی انتخابی مہم میں پورا زور اس بات پر صرف کر دیا کہ وہ کسی طرح مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کو غلط ثابت کر دے اور اس کو 'دھرتی ماتا' کی تقسیم نہ کرنے دے۔ کانگریس کو اس سلسلے میں بعض قوم پرست مسلمان سیاسی و دینی جماعتوں کا بھرپور تعاون بھی حاصل تھا۔ دوسری طرف مسلم لیگ' جس کی پشت پر علمائے کرام و مشائخ عظام کی بھرپور تائید و حمایت کار فرما تھی' نے اپنی انتخابی مہم میں مطالبۂ پاکستان کو اپنا بنیادی نعرہ اور منشور کا حصہ بنایا۔ چنانچہ اس طرح یہ انتخابات ایک طرح سے 'اکھنڈ بھارت' اور پاکستان' کے درمیان تھے جس سے ان کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ انتخابات کے موقع پر کوٹلی لوہاراں کے مولانا محمد احمد چشتی نے حضرت فقیہ اعظم سے دریافت کیا کہ ووٹ کسے دینا چاہئے۔ مسلم لیگ کو یا کانگریس کو؟ حضرت فقیہ اعظم نے جواب میں صریحاً" مسلم لیگ کی حمایت کرنے اور اس کو ووٹ دینے کو کہا۔ (۳۳)

تحریک پاکستان کی حمایت میں علمائے کرام اور مشائخ عظام کی حمایت کا واضح اور دوٹوک موقف' بنارس سنی کانفرنس میں ظاہر ہوا۔ ۲۷۔۔۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے تحت بنارس میں سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں پانچ سو مشائخ عظام' سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زائد عوام اہل سنت نے شرکت کی۔ اس لحاظ سے یہ ہندوستان کے اہل سنت و جماعت کا نمائندہ اجلاس تھا۔ اس کانفرنس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں مطالبہ پاکستان کی ایک بار پھر واضح طور پر حمایت کا اعلان کیا گیا۔ حضرت فقیہ اعظم' مولانا محمد نور الحسن سیالکوٹی' مولانا ابو النور محمد بشیر اور دیگر علمائے سیالکوٹ نے بنارس سنی کانفرنس میں شرکت کی اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ (۳۴)

تحریک پاکستان کے آخری دور میں حضرت فقیہ اعظم نے مولانا فقیر اللہ نیازی (۳۵) (۱۸۹۲۔۱۹۶۲ء)' مولانا محمد یوسف سیالکوٹی (م۔۱۹۶۸ء)' مولانا عبد العزیز ہاشمی' مولانا محمد امام الدین قادری' مولانا محمد نور الحسن سیالکوٹی اور سید فتح علی شاہ قادری کے ہمراہ متحدہ پنجاب کے تقریباً تمام اضلاع کا دورہ کیا اور مسلمانوں کے سامنے ہندو اور انگریز دونوں کے سامراجی عزائم کو بے نقاب کیا اور مسلم لیگ کی حمات کرنے پر زور دیا۔ (۳۶) اکتوبر ۱۹۴۸ء میں قائداعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶۔۱۹۴۸ء) کے چہلم کے موقع پر' کوٹلی لوہاراں میں حضرت فقیہ اعظم کی زیر صدارت ایک جلسہ ہوا۔ جس میں دیگر مقررین کے علاوہ' حضرت فقیہ اعظم نے قائداعظم کو ان کی ملی خدمات پر شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ (۳۷)

روحانیت:

حضرت فقیہ اعظم کے پاس والدین کی دعاؤں کے علاوہ سلسلہ ہائے نقشبندیہ مجددیہ اور قادریہ برکاتیہ کے بزرگوں کا روحانی فیض بھی تھا۔ آپ اپنی جوانی کی عبادت و ریاضت کی وجہ سے پہلے ہی سلوک کی منازل طے کر چکے تھے۔ لیکن مرشد ظاہری' حضرت خواجہ محمد عبد الکریم نقشبندی کی نظر و تربیت نے وہ کام کر دیا کہ عشق الٰہی کی جو چنگاری حضرت فقیہ اعظم کے سینہ میں سلگ رہی تھی' شعلہ بن کر بھڑک اٹھی اور کچھ ہی عرصہ بعد حال یہ ہو گیا کہ جو کوئی بھی اس چوب شعلہ آشنا کے قریب ہو جاتا' قلب و ضمیر کے چراغ روشن کر کے لوٹتا۔

حضرت فقیہ اعظم اگرچہ ولئ کامل تھے لیکن ان کا علم ان کی ولایت پر حاوی تھا۔ اس لئے آپ

فقیہ اور محدث کے طور پر زیادہ متعارف ہیں۔ آپ کا انداز تبلیغ و تربیت بڑا حکیمانہ تھا۔ آپ جس کو نماز اور اعمال معروضہ میں سست یا محروم پاتے تو اس سے اس نیت سے محبت کرنے لگتے کہ کسی طرح یہ ان کی مجلس میں حاضر ہونا شروع کردے۔ جب وہ شخص حاضر خدمت ہوتا تو حضرت فقیہ اعظم اسے معروف اعمال اختیار کرنے اور منہیات سے بچنے کی تاکید کرتے۔ اس طرح آپ کے فیضان صحبت اور اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ راہ راست پر آگئے۔ حضرت فقیہ اعظم کی کوشش ہوتی کہ ان کے قریب ہونے والے شخص سے ان کا روحانی تعلق مضبوط تر ہوتا جائے۔ اگرچہ آپ اپنوں اور غیروں سے یکساں طور پر پیش آتے تھے لیکن آپ اپنے حلقۂ احباب اور مریدین سے خاص قلبی تعلق رکھتے تھے۔ جو لوگ ان کی خدمت میں حاضری دینے کے پابند ہوتے، اگر وہ کبھی کسی وجہ سے ناغہ کرتے تو حضرت فقیہ اعظم ان کے بارے میں متفکر ہو جاتے تھے اور خود جا کر ان کے احوال سے آگاہی حاصل کرتے تھے۔ اگر ان کو کوئی پریشانی ہوتی تو آپ ان کی ہر ممکن طریقے سے مدد کرتے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم اپنے مریدین سے نذر و نیاز نہیں لیتے تھے بلکہ ان کی مالی مشکلات میں بڑی خاموشی اور رازداری سے ان کی مدد کرتے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم کے نزدیک جو پیر غیروں کے دست نگر ہوں وہ جعلی پیر ہوتے ہیں۔ جب کوئی ان کی دینوی خدمت نہ کرے تو یہ جعلی پیر ناراض ہو جاتے ہیں اور نفس امارہ کے ہاتھوں پریشان ہو جاتے ہیں۔ (۳۸)

حضرت فقیہ اعظم لوگوں کو تابع شریعت پیروں کی صحبت میں بیٹھنے کی ہمیشہ تلقین کرتے تھے اور بیان کرتے کہ جب ایک شخص بدی کا مرتکب ہوتا ہے، بارہا گناہ کئے جاتا ہے، توبہ و استغفار سے اس کی تلافی بھی نہیں کرتا بلکہ گناہ میں اور زیادہ لذت اور حظ نفس محسوس کرنے لگتا ہے تو اس کے لئے رشد و ہدایت کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔ بد اخلاقی کی آگ عقل و ہوش کو جلا دیتی ہے۔ جس سے وہ معصیت کے کیچڑ میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم کے نزدیک اس کی ان مہلک روحانی امراض کا علاج تابع شریعت پیروں، یعنی علمائے باعمل کی صحبت اختیار کرنے میں ہے۔ کیونکہ اکمل اولیائے عظام کی روحانی طاقتیں شقاوت قلبی کا کافی و شافی علاج ہیں۔ بشرطیکہ انسان کے دل سے اصلاح پذیری کی صلاحیت ہی ختم نہ ہو جائے۔ (۳۹)

حضرت فقیہ اعظم اکثر طالبان معرفت کو علی پور سیداں شریف یا عیدگاہ شریف بھیجا کرتے تھے، تاہم جو بے حد اصرار کرتا اس کو آپ خود ہی بیعت کر لیتے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم کے مریدین

زیادہ تر گجرات کے علاقوں حاجی والہ، سام پور اور ٹانڈہ موٹا میں، ضلع سیالکوٹ کے علاقوں شادیوال، مراکیوال، ڈسکہ اور جھلکی کے علاوہ لاہور، راولپنڈی اور چیچہ وطنی میں مقیم تھے۔ آپ اکثر اپنے مریدین کے پاس سالانہ روحانی دوروں پر تشریف لے جاتے تھے تاکہ ان کی زندگیوں کو مکمل اسلامی ڈھانچے میں ڈھالیں اور ذکرو فکر، مواعظ حسنہ و مراقبہ کی مجالس سے ان کے قلوب کا تزکیہ کریں۔ حضرت فقیہ اعظم نہایت سادہ لباس پہن کر اپنے مریدین کے پاس جاتے اور مروجہ تصنع اور بناوٹ سے قطعاً" پرہیز کرتے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم کے نزدیک مریدین کے پاس اس نیت سے جانا کہ وہ کوئی خدمت کریں گے گناہ ہے۔ تاہم ان کے خیال میں اگر اوسط درجہ کے معتقدین و غرباء معمولی قسم کی مہمان نوازی کریں تو پیر کے لئے اس کو دل و جان سے قبول کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔(۴۰)

طب و حکمت:

حضرت فقیہ اعظم علمائے قدیم کی روایت کے مطابق، حکیم اور طبیب بھی تھے۔ آپ کے مستند حکیم ہونے کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ آپ حضرت خواجہ عبدالکریم نقشبندی کے مرض الموت میں ان کے علاج کی غرض سے تشکیل کردہ طبی بورڈ کے رکن تھے۔ حضرت فقیہ اعظم کے علاوہ، حکیم خادم علی سیالکوٹی اور حکیم نور محمد اس بورڈ میں شامل تھے۔ یہ تینوں حکماء باہم مشورہ کر کے حضرت خواجہ صاحب کے لئے دوا تجویز کرتے تھے۔ جس کے استعمال سے حضرت خواجہ صاحب کو کافی افاقہ محسوس ہوا اور وصال سے تقریباً" چار پانچ ماہ قبل ان کو مکمل آرام رہا۔(۴۱)

حضرت فقیہ اعظم دوا کے ساتھ ساتھ دعا بھی کرتے تھے اور کئی امراض میں روحانی علاج بھی تجویز کرتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ کا تجویز کردہ، مرض اٹھراہ کا روحانی علاج آج بھی بیماروں کو شفاء کامل بخش رہا ہے۔ آپ اس مرض کے لئے تین سو تعویزات اور ایک سو پچاس گولیاں دیا کرتے تھے۔ جن کے استعمال سے لاکھوں خواتین صحت یاب ہو گئیں۔ علاوہ ازیں آپ "طب نبوی" کے تحت طبی موضوعات پر مضامین بھی لکھتے تھے جو معروف دینی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد یہ مضامین "ماہ طیبہ" میں قندر مکرر کے طور پر شائع ہوتے رہے۔

حوالے:

۱- محمد رمضان نقشبندی (مرتب)' گلزار نقشبندیہ' لالہ موسیٰ' ۱۹۳۵ء' ص - ۱۱۱ --- ۱۱۲

۲- محمد عبدالحکیم شرف قادری (مرتب)' تذکرہ اکابر اہل سنت' لاہور' ۱۹۷۶ء' ص - ۸۷ -- ۸۸' محمد صادق قصوری' امیر ملت اور ان کے خلفاء' سیالکوٹ' ۱۹۸۳ء' ص - ۵۴ --- ۵۶ اور اختر راہی' تذکرہ علمائے پنجاب (جلد اول)' لاہور' ۱۹۸۰ء' ص - ۱۲۴

۳- شیخ الحدیث مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری محدث لائلپوری کے حالات کے لئے دیکھیں- محمد جلال الدین قادری' محدث اعظم پاکستان (دو جلدیں)' لاہور' ۱۹۸۹ء

۴- محمد صدیق ہزاروی' تعارف علمائے اہلسنت' لاہور' ۱۹۷۹ء' ص - ۳۰۱ --- ۳۰۳

۵- ذاتی انٹرویو صاحبزادہ عبدالمجید فاروقی' کوٹلی بہرام' سیالکوٹ' ۲۸ فروری ۱۹۹۲ء

۶- ذاتی انٹرویو صوفی بشیر احمد سڈل' کوٹلی لوہاراں (غربی)' ۲۱ دسمبر ۱۹۹۱ء

۷- اقبال احمد فاروقی' تذکرہ علماء اہلسنت و جماعت لاہور' لاہور' ۱۹۸۷ء' ص - ۳۸۰ --- ۳۸۱

۸- ایضاً' ص - ۴۱۶ --- ۴۱۷' ابوداؤد محمد صادق' فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف صاحب کی ذات گرامی پر ایک نظر' ماہ طیبہ' مارچ ۱۹۵۴ء' ص - ۲۶ اور محمد صدیق ہزاروی' مصدر سابق' ص - ۳۰۷ --- ۳۱۰

۹- مشتاق احمد نقشبندی' حضرت فقیہ اعظم: مختصر اوصاف حسنہ' ماہ طیبہ' نومبر ۱۹۶۱ء' ص - ۲۱ --- ۲۲

۱۰- حضرت علامہ خواجہ نواب الدین چشتی صابری کے حالات کے لئے دیکھیں- نذر صابری (مرتب)' تذکرہ علامہ صوفی نواب الدین رامدسی چشتی صابری' اٹک' ۱۹۹۰ء' محمد طفیل ناصری' ذکر پاکاں' لاہور' ۱۹۸۰ء' ص - ۹۳ --- ۲۱۰ اور صاحبزادہ غلام مصطفیٰ چشتی' حضرت خواجہ نواب الدین رامدسی کی سوانح' پندرہ روزہ ندائے اہلسنت (لاہور)' ۱۶ - ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء' ص - ۱۱ --- ۱۳

۱۱- مولانا محمد نور الحسن سیالکوٹی کے حالات کے لئے دیکھیں- محمد رضا المصطفیٰ چشتی' حضرت علامہ ابو یوسف محمد نور الحسن سیالکوٹی' ماہنامہ ترجمان سواد اعظم (لاہور)' اکتوبر

۱۹۸۰ء' ص-۳۲ اور محمد صادق قصوری' مصدر سابق' ص-۲۷۲--۲۷۴

۱۲- سید فتح علی شاہ قادری کے حالات کے لئے دیکھیں- محمد صادق قصوری اور مجید اللہ قادری (مرتبین)' تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت' کراچی' ۱۹۹۲ء' ص- ۱۸۷--۱۹۰ اور محمد عبدالحکیم شرف قادری' مصدر سابق' ص-۳۶۷--۳۶۸

۱۳- تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت' مصدر سابق' ص-۱۸۸--۱۸۹

۱۴- ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو کوٹلی لوہاراں کے ایک عیسائی خاندان کے چھ افراد نے حضرت فقیہ اعظم کے مواعظ سے متاثر ہو کر ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا- ہفت روزہ الفقیہ (امرتسر)' ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء' ص-۶

۱۵- ذاتی انٹرویو پیر محبوب الرحمٰن' عیدگاہ شریف' راولپنڈی' ۲۳ ستمبر ۱۹۹۱ء

۱۶- محمد رضاالمصطفیٰ چشتی' علامہ ابوالبرکات سید احمد اشرفی قادری' ماہنامہ عرفات (لاہور)' نومبر ۱۹۷۸ء' ص-۹

۱۷- محمد موسیٰ امرتسری' مولانا غلام محمد ترنم' لاہور' ۱۹۷۱ء' ص-۲۵--۲۶

۱۸- رشید نیاز' اولیائے سیالکوٹ' سیالکوٹ' ۱۹۹۲ء' ص-۸۵

۱۹- محمد صادق قصوری' مغربی پاکستان کے خلفائے اعلیٰ حضرت' ہفت روزہ الہام (بہاولپور)' ۲۱ فروری ۱۹۷۵ء' ص-۳۶

۲۰- عبدالعزیز' احتیاط الظہر' ماہ طیبہ' اکتوبر ۱۹۵۳ء' ص-۲۶

۲۱- مولانا محمد اشرف علی تھانوی کے حالات کے لئے دیکھیں- منشی عبدالرحمٰن' سیرت اشرف (دو جلدیں)' لاہور' س-ن اور غلام محمد' حیات اشرف' کراچی' ۱۹۶۳ء

۲۲- مولانا مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی کے حالات کے لئے دیکھیں- تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت' مصدر سابق' ص- ۲۳۴--۲۵۴ اور محمد ابراہیم صدیقی' تذکرہ جمیل' بریلی' ۱۹۹۱ء

۲۳- "حفظ الایمان" کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا موقف دیکھنے کے لئے دیکھیں- محمد منشا تابش قصوری' دعوت فکر' مریدکے' ۱۹۸۳ء' ص- ۴۴--۴۶

۲۴- "براہین قاطعہ" کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا موقف دیکھنے کے لئے

دیکھیں۔ ایضاً" ص۔ ۴۷۔۔۵۲

۲۵۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حالات کے لئے دیکھیں۔ سید مناظر احسن گیلانی، سوانح قاسمی (تین جلدیں)، لاہور، س۔ن

۲۶۔ "تحذیر الناس" کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا موقف دیکھنے کے لئے دیکھیں۔ محمد منشا تابش قصوری، مصدر سابق، ص۔ ۳۷۔۔۴۳، محمد امام الدین قادری، تحذیر الناس عن وسوسۃ الناس، ج۔ن، س۔ن، سید احمد سعید کاظمی اور غلام علی اوکاڑوی، التبشیر مع التنویر برد التحذیر، ساہیوال، س۔ن اور محمد کرم شاہ، تحذیر الناس میری نظر میں، ضیائے حرم، اکتوبر ۱۹۸۶ء، ص۔ ۲۷۔۔۵۷

۲۷۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے حالات کے لئے دیکھیں۔ غلام معین الدین نعیمی (مرتب)، حیات صدر الافاضل، لاہور، س۔ن

۲۸۔ محمد جلال الدین قادری، شہزادہ اعلیٰ حضرت حجتہ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی، معارف رضا، ۱۹۹۱ء، ص۔ ۲۷۲۔۔۲۷۳ اور ابوالنور محمد بشیر، سنی علماء کی حکایات، لاہور، س۔ن، ص۔ ۷۹۔۔۸۴

۲۹۔ رشید نیاز، مصدر سابق، ص۔ ۱۵۰۔ شدھی تحریک کی تفصیل کے لئے دیکھیں۔ ایچ۔ بی۔ خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص۔ ۲۵۶۔۔۲۷۳

۳۰۔ محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی الجیلانی کے حالات کے لئے دیکھیں۔ محمد حسین بدر، سات ستارے، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص۔ ۸۶۔۔۹۵ اور عبدالحکیم خان اختر، محدث اعظم کچھوچھوی اور پاکستان، لاہور، ۱۹۸۹ء

۳۱۔ شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی کے حالات کے لئے دیکھیں۔ عبدالحق ظفر چشتی، شیخ القرآن ابوالحقائق مولانا پیر خواجہ محمد عبدالغفور ہزاروی، ضیائے حرم، فروری ۱۹۹۱ء، ص۔ ۷۵۔۔۷۹ اور محمد آصف ہزاروی، حضرت شیخ القرآن خواجہ محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی، ماہ طیبہ (سیالکوٹ)، اکتوبر ۱۹۹۲ء، ص۔ ۳۸۔۔۴۴

۳۲۔ محمد صادق قصوری اور مفتی محمد عبدالقیوم خان، امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس،

لاہور، ۱۹۹۱ء، ص-۶۱ اور الفقیہ، ۷-۱۴ نومبر ۱۹۴۵ء، ص-۶

۳۳- محمد رضا المصطفیٰ چشتی، تحریک پاکستان میں علمائے سیالکوٹ کا کردار، مساوات (لاہور)، ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۵ء

۳۴- سید عالم (مرتب)، سنی کانفرنس ملتان، کراچی، س-ن، ص-۱۰

۳۵- مولانا فقیراللہ نیازی کے حالات کے دیکھیں- محمد رضا المصطفیٰ چشتی، حضرت مولانا فقیراللہ نیازی، عرفات، اگست - ستمبر ۱۹۷۸ء، ص-۱۳--۱۷

۳۶ - مجیب احمد، مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی، نوائے وقت (راولپنڈی)، ۲۴ ستمبر ۱۹۸۲ء

۳۷- ذاتی انٹرویو مولانا محمد افضل کوٹلوی، جامعہ قادریہ رضویہ، مصطفیٰ آباد، فیصل آباد، ۴ مئی ۱۹۹۲ء

۳۸- مشتاق احمد نقشبندی، مکتوبات فقیہ اعظم، ماہ طیبہ، جون ۱۹۶۹ء، ص- ۲۵

۳۹ - مشتاق احمد نقشبندی، فقیہ اعظم کے دستورات مقدسہ پر ایک مختصر نظر، ماہ طیبہ، جون ۱۹۶۹ء ص- ۳۰--۳۱

۴۰- ماہ طیبہ، مارچ ۱۹۵۶ء، ص- ۲۵

۴۱- قاضی عالم الدین، کنزالقدیم فی آثارالکریم، میرپور، ۱۹۸۷ء، ص- ۲۵۳--۲۵۴

باب: چہارم

علمی خدمات

ہندوستان میں انگریزی سامراج کی آمد کے بعد جہاں مسلمانوں کو سیاسی طور پر زوال پذیر ہونا پڑا' وہاں ان کو ثقافتی' تمدنی اور مذہبی طور پر بھی شکست و ریخت کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانان ہند کی عظیم اکثریت فقہ حنفی کی پیروکار تھی لیکن اس عہد زوال میں کئی نئے عقائد اور مذاہب ابھر کر سامنے آئے جو اہل سنت و جماعت کے مسلمہ عقائد کے صریحاً خلاف تھے۔ چنانچہ ان نئے فرقوں نے اپنے اعتراضات کا سارا زور فقہ حنفی کے خلاف صرف کر دیا۔ امام ابو حنیفہ کو کافر و زندیق لکھا گیا۔ مثلاً دیکھیں۔ ابو القاسم بنارسی کی کتاب "الجرح علیٰ ابی حنیفہ" اور محمد دہلوی کی کتاب "امام محمدی"' فقہ حنفی کی مستند کتب "ہدایہ" اور "در مختار" پر سینکڑوں اعتراضات کئے گئے۔ حتیٰ کہ تقلید کو حرام' شرک و بدعت تک قرار دیا گیا۔ ان تمام نامساعد حالات کے باوجود علمائے احناف کی اکثریت ان تمام اعتراضات اور سازشوں سے لاتعلق رہی۔ تاہم جن چند علمائے احناف نے امام ابو حنیفہ اور فقہ حنفی کے دفاع کے لئے میدان عمل میں قدم رکھا' ان میں حضرت فقیہہ اعظم کا نام سرفہرست آتا ہے۔(۱)

حضرت فقیہہ اعظم نے زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح تصنیف و تالیف کے ذریعے بھی اپنے مشن کی تکمیل کے لئے جدوجہد جاری رکھی۔ آپ نے مختلف موضوعات پر پچاس کے لگ بھگ کتابیں' رسالے تحریر کئے' لاتعداد مضامین لکھے اور ساتھ ہی فتویٰ نویسی کا کام بھی سرانجام دیا۔ آپ کی بعض کتب غیر مطبوعہ ہیں اور جو شائع شدہ ہیں ان میں سے بھی اکثر اب نایاب ہیں۔ حضرت فقیہہ اعظم کی تصانیف میں طرز استدلال یہ ہوتا تھا کہ زیر بحث مسئلہ کو' قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے بعد آپ اقوال صحابہ کرام اور فقہ حنفی کی روشنی میں اپنے دلائل پیش کرتے تھے۔(۲) حضرت فقیہہ اعظم نے' اپنی ساری زندگی کی طرح' تصنیف و تالیف کا کام بھی محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کیا۔ اس بات کا اظہار آپ کے مندرجہ ذیل اشعار سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

قسم خدا دی نیت میری محض رضاء الٰہی
نے صرف وسیلہ روز حشر دا ہور خیال نہ کائی

جیکر دل میرے وچ ہوندا اپنا علم جتانا
تا عربی وچہ کتاب بنا کے کردا دل دا بھانا(۳)

حضرت فقیہ اعظم عموماً" اپنی تحریر کے آخر میں دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ میری اس اسلامی خدمت کو قبول کرے، اس کو میرے گناہوں کی بخشش اور دخول جنت کے لئے وسیلہ بنائے۔

تون اپنی پکڑ تھین مینون بچائین

کرین تون فضل تون فضلان دا سائین (۴)

حضرت فقیہ اعظم نے اپنے مضامین اور تصانیف میں جہاں اہل سنت و جماعت کے مخالف فرق کا رد کیا ہے وہاں آپ نے احناف کو بھی بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ "اربعین حنفیہ" کے تعارف میں آپ اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ہمارے لوگ دین میں نہایت سست ہو گئے ہیں جبکہ مخالفین اسلام اور احناف کے مخالف فرق دن بدن ترقی کر رہے ہیں اور اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے بھولے بھالے احناف کو گمراہ کر رہے ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم احناف کے تمام طبقوں کی بے حسی اور سستی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگرچہ ہمارے علمائے کرام بڑے قابل ہیں لیکن ان کے سامنے حنفی مذہب پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں مگر ان کو کوئی فکر نہیں۔ ان حملوں کے جواب میں یہ نہ اخباروں میں مضامین لکھتے ہیں، نہ کوئی ٹریکٹ شائع کرتے ہیں نہ کوئی رسالہ لکھتے ہیں۔ طبقہ صوفیائے کرام کے بارے میں حضرت فقیہ اعظم اپنا تجزیہ پیش کرتے ہیں کہ یہ حضرات ذکر و مراقبہ میں ایسے مستغرق ہیں کہ انہیں خبر ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم کے نزدیک اگر یہ حضرات مدارس حنفیہ قائم کر دیں تو ان سے ہر سال علمائے کرام کی ایک اچھی خاصی اور منظم جماعت تیار ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ انہوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ طبقہ امراء کے بارے میں حضرت فقیہ اعظم لکھتے ہیں کہ یہ رات دن دنیا کے نشہ میں مست ہیں۔ غیر ضروری اور فضول کاموں میں لاکھوں روپیہ لٹا دیں گے لیکن اشاعت اسلام اور حنفی مذہب میں ایک پیسہ تک خرچ کرنا فضول سمجھیں گے اگر کوئی حنفی عالم کوشش کر کے کوئی کتاب یا رسالہ لکھے تو یہ متمول لوگ اس کا ایک نسخہ بھی خریدنے کی زحمت نہ کریں گے۔ (۵)

"نماز مدلل" کے دیباچہ میں عوام احناف کے بارے میں حضرت فقیہ اعظم لکھتے ہیں کہ جماعت حنفیہ کے لوگوں کو اپنے مذہب کا علم ہی نہیں۔ یہ نہ علمائے احناف کی کتابیں خریدتے ہیں اور نہ اخبار و رسائل کے سالانہ خریدار بنتے ہیں اور نہ ہی حنفی مدارس کی مالی مدد کرتے ہیں۔ حضرت فقیہ

اعظم کے بقول غیر حنفی مذاہب چاہتے ہیں کہ دنیا سے حنفیت کا نام مٹ جائے لیکن عوام احناف کو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ جس کی وجہ سے یہ دن بدن کمزور ہو رہے ہیں کیونکہ جب کوئی مخالف ان کو شبہ میں ڈالتا ہے تو یہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے فوراً اس کے شبہ میں پھنس جاتے ہیں اور بالآخر اپنے مذہب سے بد ظن ہو جاتے ہیں۔(۶) حضرت فقیہ اعظم کی شدید خواہش تھی کہ دیگر فرقوں کی طرح اہل سنت و جماعت بھی پوری طرح منظم ہوں اور ایک منظم اشاعتی ادارہ ہو' جو علمائے اہل سنت کی کتابیں شائع کیا کرے تاکہ علمائے کرام اشاعتی مسائل سے آزاد ہو کر اپنا تحقیقی کام کر سکیں۔(۷)

تصانیف:

حضرت فقیہ اعظم کی مطبوعہ تصانیف کی فہرست مع مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ آنحضرتؐ کی نجدیوں سے نفرت

یہ کتاب اصل میں مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے رسالہ "آنحضرتؐ کی نجدیوں سے محبت" کے رد میں ہے۔ جس میں حضرت فقیہ اعظم نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ شیخ نجدی شیطان کا لقب ہے اور ماسوائے حجاز کے' جو عراق سے متصل ہے' کو نجد کہتے ہیں اور عراق اور تہامہ نجد میں داخل نہیں۔ حضرت فقیہ اعظم نے حدیث قرن شیطان کے مصداق' قبیلہ ربیعہ اور مضر کے لوگوں کو ٹھہرایا ہے۔ محمد بن عبد الوہاب (۸) (۱۷۰۳-۱۷۸۷ء) قبیلہ مضر کی ایک شاخ قبیلہ بنی تمیم سے تعلق رکھتا تھا۔ کتاب کے آخر میں حضرت فقیہ اعظم نے نجدیوں کی ایک علامت' حدیث کی رو سے بیان کی ہے' کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ تو جنگ کریں گے لیکن بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

۲۔ اباحتہ السلف البناء علیٰ قبور المشائخ والعلماء

اکتوبر ۱۹۲۴ء میں ابن سعود (۱۸۸۰ - ۱۹۵۳ء) نے شریف مکہ کا تختہ الٹ دیا اور ارض حجاز پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ بعد میں اس نے اپنے مخصوص عقائد و نظریات کے تحت ۱۹۲۶ء میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں موجود' مقامات مقدسہ و مزارات محترمہ کی بے حرمتی کی' قبروں کے قبے گرائے اور ان حرم والے شہروں میں مسلمانوں کا قتل عام کر کے زمین حرم کو پامال کیا تو ساری اسلامی دنیا' بالخصوص ہندوستان میں اس کے خلاف سخت احتجاج کیا گیا۔(۹) تاہم ہندوستان کے اہلحدیث حضرات نے اس سلسلے میں ابن سعود کی حمایت کی اور قبوں کو سومنات کے مندر سے تشبیہ دے کر

ان کے گرانے کو عین اتباع سنت قرار دیا۔ حضرت فقیہ اعظم نے آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ کے ذریعے ثابت کیا کہ ابن سعود نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خلاف شرع کام کئے ہیں اور اس کا مقصد وحید مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کرنا تھا۔ اس کتاب میں حضرت فقیہ اعظم نے مفصل بیان کیا ہے کہ قبوں کا گرانا اور مزارات کا مسمار کرنا بے ثبوت ہے۔ قرآن و حدیث صحیح میں ان کے گرانے کا کوئی حکم نہیں آیا۔ بلکہ قبور مسلمین کی توہین ہوئی ہے جو بالاتفاق ممنوع ہے۔ حضرت فقیہ اعظم مزید لکھتے ہیں کہ علماء و صلحاء کی قبروں پر مزارات یا گنبد بنوانا جائز ہے اس سے صلحاء کی پہچان ہوتی ہے۔

۳۔ ابن قیم کے چند اقوال

اہلحدیث حضرات علامہ ابن قیم کو بلند پایہ محدث تسلیم کرتے ہیں حالانکہ علامہ ابن قیم نے اپنی تصانیف میں کئی باتیں ایسی لکھی ہیں جو موجودہ دور کے اہلحدیث حضرات کے عقائد کے خلاف ہیں۔ اس رسالہ میں حضرت فقیہ اعظم نے ایسے ہی چند اقوال درج کئے ہیں تاکہ سلیم الفطرت اہلدیث حضرات ان پر غور کریں۔

۴۔ اجتہاد

اس میں اجتہاد کی تعریف اور مجتہد کے فرائض کو مجتہدانہ و فقیہانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ اخلاق الصالحین

یہ اخلاقی اور صوفیانہ تالیف ہے جس میں اللہ والوں کے اخلاق اور ان کی عادات شریفہ کا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم نے یہ کتاب الدین النصیحتہ کے تحت لکھی تاکہ صالحین کے اخلاق و عادات کے بارے میں پڑھ اور سن کر عام مسلمانوں کی عادات' اخلاق اور تمدن بعینہ وہ ہو جائے جو ان بزرگ ہستیوں کا تھا۔ حضرت فقیہ اعظم نے اس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تصوف میں اتباع قرآن و سنت بہت ضروری ہے اور یہ کہ تمام اکابر صوفیہ حنفی المذہب تھے۔

۶۔ اربعین حنفیہ

اس کتاب میں حضرت فقیہ اعظم نے چالیس احادیث' نماز کے متعلق درج کر کے اور نماز کے تمام اختلافی مسائل پر مفصل بحث کر کے' دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے حنفی مذہب کو قوی اور مطابق با احادیث ثابت کیا ہے۔

۷- الحق المبین

اس میں نماز جمعہ کے بعد ظہر پڑھنے کا مفصل و مدلل ثبوت ہے- وہابیوں اور دیوبندیوں کے تمام اعتراضات کا مفصل جواب بھی دیا گیا ہے-

۸- الاربعین فی فضائل النبی الامین

اس کتاب میں حضرت فقیہ اعظم نے حضور اکرم ﷺ کے خاتم النبین ہونے' ماکان و مایکون کے عالم ہونے' نور علی نور ہونے کے علاوہ دیگر فضائل و محامد' اوصاف و کمالات اور اختیارات پر مبنی چالیس احادیث یکجا کی ہیں تاکہ عام مسلمان پر رسول اللہ ﷺ کی عظمت و شان روشن ہو جائے-

۹- انتفاع الاموات بالصدقات

۱۰- تائید الامام باحادیث خیر الانام

حضرت فقیہ اعظم کا فقہ حنفی پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے "تائید الامام" لکھ کر امام ابو حنیفہ اور فقہ حنفی کا دفاع کیا ہے- حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے حدیث کی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "مصنف ابن ابی شیبہ" رکھا- اس میں صحیح' حسن' ضعیف حتی کہ موضوع احادیث بھی درج ہیں- اس کتاب کا ایک معتدبہ حصہ' صرف امام ابو حنیفہ کے خلاف ہے- اس حصہ میں وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جو بادی النظر میں امام ابو حنیفہ کے خلاف نظر آتی ہیں اس حصہ کا نام ہی "کتاب الرد علی ابی حنیفہ" ہے- علامہ عبد القادر قرشی (م-۷۷۵ھ) اور علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اس حصہ کا عربی میں مستقل جواب لکھا- ان کے علاوہ خلافت عثمانیہ کے آخری مفتی' امام محمد زاہد بن الحسن الکوثری (۱۲۹۶-۱۳۷۱ھ) نے "النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن شیبہ علی ابی حنیفہ" کے نام سے عربی میں "کتاب الرد علی ابی حنیفہ" کا جواب لکھا جو ۱۳۶۵ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی- تاہم اردو میں حضرت فقیہ اعظم نے سب سے پہلے اس کا رد لکھا جو "تائید الامام" کے نام سے ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی- جن دنوں حضرت فقیہ اعظم "تائید الامام" لکھ رہے تھے- انہی دنوں کوٹلی لوہاراں کے ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت فقیہ اعظم' امام ابو حنیفہ کا عمامہ دھو رہے ہیں- جب اس شخص نے اپنا خواب حضرت فقیہ اعظم کو سنایا تو آپ نے "تائید الامام" کو اس کی تعبیر قرار دیا- (۱۰)

تائید الامام پر صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی

(۱۱) (۱۸۷۸- ۱۹۴۸ء) نے تقاریظ لکھی تھیں- صدر الافاضل لکھتے ہیں کہ مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب نے حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ کی "کتاب الرد علی ابی حنیفہ" کا نہایت نفیس محققانہ جواب تحریر فرمایا ہے- اہل علم کے لئے مولانا کی یہ تحریر منیر بہت دلپسند و دلپذیر ہے- حافظ ابن ابی شیبہ اگر آج ہوتے تو اس تحریر کی ضرور قدر کرتے اور اس کو اپنی مصنف کا جز بناتے یا "کتاب الرد" کو اپنی مصنف سے خارج کرتے- مولانا امجد علی اعظمی لکھتے ہیں کہ میں نے "تائید الامام" از اول تا آخر دیکھی ہے- نہایت تدقیق و تحقیق پر پائی- ان جوابات کے دیکھنے سے یہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ جو کچھ حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا وہی حق و ثواب ہے- اس کو خلاف حدیث بنانے والا خطا کار و مرتاب ہے اگر ایمان و دیانت کی نظر سے اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے-

۱۱- تحقیق البدعت

اس رسالہ میں جو اردو نثر اور منظوم پنجابی میں ہے' بدعت کی صحیح تعریف بیان کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اہلحدیث حضرات بدعت کی ایک تعریف پر متفق نہیں- حضرت فقیہ اعظم کے بقول بدعت شرعی وہ ہے جو قرآن و حدیث' اجماع یا اثر کے صریحاً" خلاف ہو- آپ نے قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے کہ کوئی نیا نیک عمل' جو قرآن و حدیث یا اجماع کے خلاف نہ ہو' وہ مستحسن ہے- البتہ اس نیک عمل پر دوام ضروری ہے- حضرت فقیہ اعظم نے رسالہ میں آٹھ ایسی نئی باتوں کا ذکر کیا ہے جو اصحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں اپنائیں اور حضور اکرم ﷺ نے ان کو پسند فرمایا- اسی طرح بارہ ایسی نئی باتوں کا ذکر کیا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام نے اور علمائے امت نے اختیار کیں اور ان پر کسی نے اعتراض نہ کیا- حضرت فقیہ اعظم نے ایک اصول بیان کیا ہے کہ عدم ثبوت ممانعت کی دلیل نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ اس سے عدم سنیت ثابت ہو گی نہ کہ عدم جواز- بالفاظ دیگر دلیل حرمت ضروری ہے نہ کہ دلیل حلت- چنانچہ اس اصول کے تحت حضرت فقیہ اعظم مجلس میلاد' رسوم سوم' دسواں' چہلم اور کفنی لکھنا وغیرہ جائز قرار دیتے ہیں اور ان کو بدعت نہیں مانتے-

۱۲- تصور شیخ

اس رسالے میں قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ تصور شیخ کرنا جائز ہے-

۱۳- حقیقت نماز جنازہ

اس کتاب میں نماز جنازہ کی حقیقت، ترکیب، دعائیں اور مسائل، اسقاط کی ترکیب و جواز اور دعا بعد نماز جنازہ مانگنے کا قرآن و حدیث سے محققانہ ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ میت کے لئے بعد نماز جنازہ دعا مانگنا میت کا نفع ہے اور دعا مانگنے والا ایک حدیث کے مطابق خیر الناس من ینفع الناس کے زمرے میں داخل ہوگا۔

۱۴- ختم یا فاتحہ مروجہ

مولانا روشن دین صاحب محمد پوری نے ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کے اخبار "العدل" (گوجرانوالہ) میں ایک سلسلہ مضامین میں ختم متعارف کو حرام قرار دے کر اس کی حرمت پر دس دلائل بیان کئے۔ حضرت فقیہ اعظم نے اس سلسلہ مضامین کے جواب میں اپنے مضامین "العدل" میں اشاعت کے لئے بھیجے۔ جس کو مدیر "العدل" نے چند اقساط کے بعد شائع کرنا بند کر دیا۔ چنانچہ بعد میں ان مضامین کو رسالہ کی صورت میں شائع کرایا گیا۔ اس رسالہ میں حضرت فقیہ اعظم نے ایک اصول بیان کیا ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ نے حرام نہیں فرمایا اسے کوئی اور حرام قرار نہیں دے سکتا۔ آپ نے متعدد مستند احادیث سے ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے متعدد بار کھانے پر ہاتھ اٹھا کر قرآنی آیات تلاوت فرمائی ہیں اور دعا بھی کی ہے۔ بعض دفعہ صرف دعا فرمائی ہے۔ احادیث کے بعد حضرت فقیہ اعظم نے شاہ ولی اللہ (۱۷۰۳-۱۷۶۲ء)، شاہ عبد العزیز (۱۷۴۶-۱۸۲۴ء)، مولوی اسماعیل دہلوی (۱۷۷۹-۱۸۳۱ء) اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی (۱۲۲۳-۱۳۱۷ھ) کے اقوال نقل کئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ یہ تمام اصحاب طعام پر فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔

۱۵- در مختار پر اعتراضات کے جوابات

علامہ محمد علاؤ الدین حصکفی (م-۱۰۸۸ھ) کی کتاب "در مختار" فقہ حنفی کی ایک مستند کتاب ہے۔ اس پر مدیر اخبار "محمدی" (دہلی) نے اعتراضات کئے تو حضرت فقیہ اعظم نے ان کے جوابات پیش کئے اور ثابت کیا کہ معترض کا اصل مقصد احناف کو بدنام کرنا ہے کیونکہ اس نے کہیں غلط بیانی کی ہے اور کہیں عبارات نقل کرتے وقت قطع و برید سے کام لیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایسے مسائل پر اعتراضات کئے ہیں جن پر خود معترض کے فرقے کے لوگ عمل پیرا ہیں۔

۱۶- رسالہ القول الصائب

مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے مصطفیٰ کمال پاشا (۱۸۸۱-۱۹۳۸ء) کی وفات پر اس کا غائبانہ نماز جنازہ سیالکوٹ میں پڑھایا۔ جب بعض علمائے احناف نے اس پر اعتراض کیا تو مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "غازہ غائب برائے جنازہ بر غائب" تھا۔ اس کے جواب میں حضرت فقیہ اعظم نے مذکورہ بالا رسالہ لکھا اور ثابت کیا کہ فقہ حنفی میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

۱۷- رسالہ پردہ نسواں

اس میں حضرت فقیہ اعظم نے قرآن و احادیث اور آثار امہات المومنین سے پردہ کی اہمیت و افادیت واضح کی ہے اور اس سلسلے میں عام مسلمانوں کو، بالخصوص ان کو جو پردہ کے قائل نہیں، شرعی احکام سے آگاہ کیا ہے اور عورتوں کا آزادانہ طور پر بازاروں، کلبوں اور باغوں میں گھومنے پھرنے پر سخت وعید بیان کی ہے۔

۱۸- رسالہ تقلید

اس میں تقلید کی دو قسموں کا بیان ہے کہ تقلید شرعی یہ ہے کہ غیر کے قول پر بحکم حجت شرعیہ عمل کیا جائے اس کو تقلید عرفی بھی کہتے ہیں، جبکہ دوسری قسم تقلید غیر شرعی ہے، جس کو تقلید حقیقی بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ غیر کے قول پر بلا حجت شرعیہ عمل کیا جائے۔ حضرت فقیہ اعظم لکھتے ہیں کہ احناف یا دیگر مقلدین، جو تقلید کرتے ہیں وہ شرعی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں یہ تقلید نہیں بلکہ عمل بالدلیل ہے اور بنیادی بات یہ ہے کہ تقلید اجتہادیات میں ہے نہ کہ عقائد و ایمانیات میں۔ اس کے بعد رسالہ میں قرآن و حدیث سے وجوب تقلید کا ثبوت دیا گیا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم لکھتے ہیں کہ آج کے دور میں بجز تقلید اتباع نبوی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ امام بخاری (۱۹۴-۲۵۶ھ)، امام ابوداؤد (۲۰۲-۲۷۵ھ)، امام نسائی (۲۱۵-۳۰۳ھ) اور علامہ احمد ابن عبدالحلیم بن تیمیہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) مقلد تھے۔

۱۹- سنان المقلدین فی صدر غیر المقلدین

۲۰- شرح مشکوٰۃ شریف

۲۱- شمس الحق

اس کتاب میں اہل سنت و جماعت کے مخالف تمام فرقوں کا دلائل سے رد کیا گیا ہے اور امام ابو حنیفہ اور فقہ حنفی کی برتری اور حقانیت ثابت کی گئی ہے۔

۲۲۔ شیخ عبد القادر جیلانی کے ارشادات

اس رسالہ میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی (۴۷۰-۵۶۱ھ) کے بیس ارشادات نقل کرتے ہوئے حضرت فقیہ اعظم نے ثابت کیا ہے کہ وہ تقلید کے قائل تھے اور حنبلی المذہب تھے۔ اس لئے احناف کے لئے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا آمین بالجہر کہنا' رفع یدین اور وضع یدین کرنا حجت نہیں کیونکہ یہ امور فقہ حنبلی میں جائز ہیں فقہ حنفی میں نہیں۔

۲۳۔ شیعہ مذہب کی ابتداء

اس کتاب میں حضرت فقیہ اعظم نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ یہودی روز اول ہی سے اسلام اور حضور اکرم ﷺ کے خلاف سازشیں کرتے رہے تاکہ ان سے اپنی ذلتوں اور شکست کا بدلہ لیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسلام کے خلاف ایک نہایت عمیق اور گہری سازش تیار کی' جس کا سرغنہ عبداللہ بن سبا تھا۔ جو اصل میں یہودی لیکن ظاہرا" مسلمان بنا ہوا تھا۔ اس نے مصر کو اپنا مرکز بنا کر حضرت عثمان بن عفان کے خلاف بدامنی کے لئے لوگوں کو اکسایا اور خلافت عثمانی کے خلاف بغاوت کرائی' جس میں حضرت عثمان کی شہادت ہوئی۔ سیاسی بدامنی کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن سبا نے مسلمانوں میں خلاف اسلام عقائد کی بھی تبلیغ شروع کر دی اور کئی من گھڑت واقعات کے ذریعے کئی نئے عقائد لوگوں میں پیدا کر دیئے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حضور اکرم ﷺ کی آمد ثانی' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح حضور اکرم ﷺ کے وصی حضرت علی' وصال حضور اکرم ﷺ کے بعد اکثر صحابہ کرام کا اسلام سے پھر جانا' امامت حضرت علی' امام غائب کا تصور اور تبرا کرنا۔ حضرت فقیہ اعظم کی تحقیق کے مطابق فرقہ شیعہ' جس کا دوسرا نام سبائیہ بھی ہے' عبداللہ بن سبا کا ایجاد کردہ ہے۔ اس کے علاوہ کتاب میں اکابر علمائے کرام اہل سنت و جماعت کی کتب سے شیعوں کی مختلف پہلوؤں سے یہود و نصاریٰ سے مشابہت بیان کی گئی ہے اور شیعوں کے بعض توہمات اور اعمال بد کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں شیعوں کے آئمہ کے ارشادات نقل کئے گئے ہیں جس میں ان آئمہ کرام نے شیعیت سے اپنی برات کا واضح طور پر اعلان کیا ہے اور اس کی مذمت بیان کی ہے۔

صداقت الاحناف

یہ کتاب اردو نثر اور پنجابی نظم میں ہے۔ جس میں امام ابو حنیفہ کے فضائل و مناقب اور ان کے اجتہادات مستحسنہ کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ قرآن و حدیث، رویائے صادقہ اور کشف کے حوالے سے حنفی مذہب کی صداقت بڑے زور دار دلائل سے ثابت کی گئی ہے۔ اس لئے کتاب کا نام "صداقت الاحناف" رکھا گیا۔ حضرت فقیہ اعظم نے اس کتاب میں امام ابو حنیفہ کے تقویٰ و احتیاط کو بھی بیان کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ حنفی مذہب میں دوسرے فقہی مذاہب کی نسبت اکثر قوت دلیل اور تقویٰ و احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے ابتدا میں فضائل اہل علم بھی بیان کئے گئے ہیں۔

۲۵۔ ضرورت فقہ

اس کتاب میں حضرت فقیہ اعظم نے واضح کیا ہے کہ کیونکہ ہر شخص یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ قرآن و حدیث کو سمجھ کر ان سے مختلف مسائل کا حل نکال سکے۔ اس لئے علمائے کرام نے اپنے ذمہ یہ کام لیا اور مختلف آیات قرآنی و احادیث سے تحقیق کر کے ہر ایک مسئلہ بیان کر دیا اور بعد از بسیار کوشش، انہوں نے ہر جزئی کا حکم قرآن و حدیث سے نکال کر ایک مستقل علم کی بنیاد رکھی، جس کا نام فقہ ہے اور جو شارع کے مقصود کو قرائن اور جودت طبیعت سے معلوم کر سکیں، ان کو فقیہ اور مجتہد کہتے ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم مختلف واقعات سے ثابت کرتے ہیں کہ صرف علم حدیث کافی نہیں بلکہ احادیث سے مسائل کا استنباط کرنا ضروری ہے اور یہی فقہ ہے اور فقہ اصل میں قرآن و حدیث ہی کا بیان اور تفسیر ہے کیونکہ جس طرح اصول اقلیدس سے اشکال جدید بنائے جائیں تو ان اشکال کو اقلیدس ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح قانون کی شرح بھی قانون ہی ہوگی۔ حضرت فقیہ اعظم امام ابو حنیفہ پر طعن کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ ایسے جلیل القدر امام، جن کی تقلید کرنے کو ہزاروں علمائے کرام اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں، نے جس قدر ہم پر احسان کئے ہیں ہم عمر بھر ان کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ہمارے لئے ایک ایسی سیدھی راہ تیار کر گئے ہیں کہ ہمیں اب کسی نئی راہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ ہر بینا و نابینا اسی راہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کی فضیلت و مناقب بیان کرتے ہوئے حضرت فقیہ اعظم لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ تابعی تھے اور آپ حضور اکرم ﷺ کے ستر سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی خداداد لیاقت سے فقہ کی بنیاد رکھی تاکہ بے دین لوگ قرآن و حدیث سے اپنا اپنا مطلب نہ گھڑ سکیں

اور امت فتنہ و فساد سے بچ جائے۔ چنانچہ امام صاحب نے قرآن و حدیث میں بخوبی غور و فکر کرکے ہر ایک ضروری مسئلہ کا حل مرتب کیا تاکہ آئندہ نسلوں کے لئے آسانی رہے۔ حضرت فقیہ اعظم بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے قریبا" تین ثلث حنفی المذہب ہیں کیونکہ فقہ حنفی کے معمولات میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو بے دلیل ہو یا قرآن و حدیث کے خلاف ہو۔

۲۶۔ علم النبیؐ

اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم ماکان و مایکون ہونے کا ذکر ہے۔

۲۷۔ عورتوں کا عیدین میں جانا

اس رسالہ میں حضرت فقیہ اعظم نے عورتوں کا عید گاہ میں نماز عید پڑھنے کو جانا اور نماز کے لئے گھر سے نکلنے کے متعلق شرعی احکام بیان کئے ہیں اور فقہ حنفی کی رو سے ثابت کیا ہے کہ افضل یہی ہے کہ مستورات اپنے گھروں میں نماز پڑھیں تاہم اگر مسجد میں جاکر پڑھ لیں تو یہ بالکراہت ہو جائے گی۔

۲۸۔ فقہ دراصل حدیث ہے

اس رسالہ میں پہلے حدیث کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ پھر مختلف تاریخی حوالوں سے امام ابو حنیفہ کو تابعی ثابت کرنے کے بعد، حضرت فقیہ اعظم لکھتے ہیں کہ فقہ حنفی بھی حدیث ہے۔ اس سلسلے میں حضرت فقیہ اعظم ایک اور دلیل بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرنے سے ڈرتے تھے۔ تاہم یہ اصحاب اقوال و افعال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ سمجھتے تھے اس پر اطمینان کر لیتے اور اس کو آگے بغیر انتساب بیان کر دیتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رفع نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اسی بنا پر فقہ بھی اصل میں حدیث ہے۔

۲۹۔ فقہ وہابیہ

اس رسالہ میں مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری (۱۲) (۱۸۷۰-۱۹۴۸ء) کے چند فتاویٰ اور مولوی وحید الزماں کی کتاب "نزل الابرار من فقہ النبی المختار" سے چند ایسے مسائل کا بیان کیا گیا ہے جس سے اہلحدیث حضرات کے مذہب کا صحیح نقشہ اور ترک تقلید کی خرابی واضح ہوتی ہے۔ آخر میں حضرت فقیہ اعظم نے مختلف حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ تمام مسائل فقہ حنفی سے بالکل مختلف

ہیں اور یہ اہلحدیث حضرات کے اپنے اختیار کردہ ہیں۔

۳۰۔ کتاب التراویح

اس میں بیس احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ نماز تراویح کی بیس رکعات مسنون ہیں۔ آٹھ رکعات کے عاملین کے تمام اعتراضات کا مسکت جواب لکھ کر ان کے دلائل کا رد کیا ہے۔ "کتاب التراویح" میں واضح کیا گیا ہے کہ نماز تراویح کے بیس رکعت کے مسنون ہونے میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اتفاق چلا آتا ہے۔ حتیٰ کہ چاروں مشہور فقہا بھی بیس یا اس سے زائد رکعات کے قائل ہیں۔ ان میں سے آٹھ رکعات کا کوئی بھی قائل و عامل نہیں۔

اہلحدیث حضرات آٹھ رکعات کے بارے میں جو احادیث پیش کرتے ہیں، حضرت فقیہ اعظم نے ان کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ ان احادیث میں صلوٰۃ الوتر کا ذکر ہے نہ کہ صلوٰۃ التراویح کا۔ مزید یہ کہ ان احادیث میں بعض مضطرب ہیں اور بعض ضعیف۔

"کتاب التراویح" کے شائع ہونے پر علمائے احناف اور عوام نے اس کو بہت سراہا۔ چنانچہ سیالکوٹ کے اہلحدیث حضرات کے شدید اصرار پر مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے اس کا جواب "انارۃ المصابیح لاداء صلوٰۃ التراویح" کے نام سے لکھا جس میں "کتاب التراویح" پر بعض اعتراضات و تنقیدات کے ساتھ ساتھ صاحب کتاب کے بارے میں بھی نازیبا کلمات استعمال کئے گئے۔ تاہم حضرت فقیہ اعظم نے مولوی ابراہیم سیالکوٹی کے تمام اعتراضات کا بھی تفصیلی جواب دیا۔

مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کی مذکورہ بالا کتاب کا رد، مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری نے بھی تحریر کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ بیس رکعت تراویح کسی حنفی یا شافعی کا دماغی اختراع نہیں بلکہ سلف سے خلف تک اسی پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری نے جب اپنا رد تحریر کر لیا تو حضرت فقیہ اعظم کی "کتاب التراویح" ان کی نظر سے گزری۔ مولانا دلاوری نے اپنے رسالے کے آخر میں خاتمہ کے تحت لکھا کہ "کتاب التراویح اور انارۃ المصابیح دونوں کا مطالعہ کرنے سے ہر منصف مزاج اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ سیالکوٹی صاحب نے کتاب التراویح کے کم از کم اسی فی صدی دلائل و بیانات کو جن کی طرف سے وہ بالکل لاجواب تھے۔ بالکل چھوا تک نہیں ہے اور جن دلائل کے جواب میں کچھ بساط جرات پر قدم رکھا ہے۔ ان میں بھی بری طرح منہ کی کھائی ہے۔" (۱۳)

۳۱۔ کتاب الجنائز

اس میں حضرت فقیہ اعظم نے احادیث اور اقوال صحابہ کرام، مفسرین وائمہ کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ نماز جنازہ میں قرات نہیں اور جو لوگ بعض احادیث کے ذریعہ قرات کے حق میں استدلال کرتے ہیں وہ تمام احادیث یا تو ضعیف ہیں یا غیر مرفوع یا بعض کے راوی مجہول ہیں۔ اس لئے ان کے دلائل غلط ہیں۔

۳۲۔ کشف الغطاء عن مسئلۃ النداء

اس کتاب میں حضرت فقیہ اعظم نے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا جائز لکھا ہے۔ اس کے علاوہ یہ تصریح فرمائی ہے کہ کیونکہ قرآن وحدیث میں مطلق درود شریف پڑھنے کی فضیلت آئی ہے۔ اس لئے درود شریف کا کوئی بھی صیغہ ہو، سب کے پڑھنے میں فضیلت ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ درود شریف کو ایسی عبارت میں ادا کرے جس سے حضور اکرم ﷺ کا کمال شرف اور آپ کی عظمت وحرمت ظاہر ہو۔ جواز ندائے یا رسول اللہ ﷺ کے ذیل میں حضرت فقیہ اعظم لکھتے ہیں کہ خود حضور اکرم ﷺ نے اپنے ایک نابینا صحابی کو دعا سکھائی تھی۔ جس میں یا محمد ﷺ کے الفاظ تھے اور صحابہ کرام کا جواز نداء پر اجماع تھا اور وہ سب تشہد، خطاب والے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

۳۳۔ ماتم کا شرعی حکم

اس رسالہ میں اہل سنت وجماعت اور اہل تشیع کی معتبر کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام میں ماتم کا شرعی حکم یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی میت کا سوگ نہ منایا جائے۔ البتہ عورت کو اپنے شوہر کے مرجانے پر چار ماہ اور دس دن تک عدت گزارنا فرض ہے۔ سوگ کے دوران رونا پیٹنا، نوحہ کرنا، بال بکھیرنا وغیرہ قطعی حرام ہیں۔ بلکہ صبر کرنا افضل ہے۔

۳۴۔ مسائل شیعہ

اس رسالہ میں حضرت فقیہ اعظم نے شیعوں کے چالیس مختلف مسائل بیان کئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ شیعوں کے تمام مسائل اور عقائد سے حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام بلکہ خود ان کے ائمہ کرام کی اہانت ظاہر ہوتی ہے۔

۳۵۔ مسئلہ طلاق ثلاثہ (اطلاع الناس)

اس میں طلاق ثلاثہ کے وقوع ہونے کا ثبوت ہے۔

۳۶- مسئلہ سنت فجر

اس رسالہ میں حضرت فقیہ اعظم نے احادیث اور آثار صحابہ کرام سے بیان کیا ہے کہ افضل یہی ہے کہ فجر کی سنتیں آدمی گھر سے پڑھ کر آئے۔ لیکن اگر وہ گھر سے پڑھ کر نہ آئے اور ایسی حالت میں مسجد میں آئے کہ جماعت کھڑی ہے اور اسے یقین ہو کہ وہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے گا تو جماعت سے الگ ہو کر سنتیں پڑھ لے۔ اگر وہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل نہ ہو سکتا ہو تو پہلے فرض جماعت کے ساتھ پڑھ لے۔ سنتیں طلوع آفتاب کے بعد کہیں بھی پڑھ لے۔

۳۷- مناظرہ بہلولہ

۳۸- منہ مانگی مراد

۳۹- مولوی وحید الزماں کے چند اقوال

اس رسالہ میں حضرت فقیہ اعظم نے مولوی وحید الزماں کی مختلف تالیفات سے چند ایسے اقوال منتخب کئے ہیں جن پر' بقول حضرت فقیہ اعظم' اگر اہلحدیث حضرات عمل کرنا شروع کر دیں تو یقیناً بہت سے اختلافی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

۴۰- ندائے حق

اس میں میت کے لئے قل' دسواں اور چالیسواں کرنے کا ثبوت دیا گیا ہے۔

۴۱- نفئ فیئ

اس میں حضور اکرم ﷺ کے نور ہونے اور آپ کا سایہ نہ ہونے کا بیان ہے۔

۴۲- نماز مترجم منظوم پنجابی

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں نماز کی فضیلت' ادا کرنے کا طریقہ اور نماز میں پڑھے جانے والے کلمات کا منظوم پنجابی ترجمہ ہے۔ علاوہ ازیں نماز جنازہ ادا کرنے کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں حمد' نعت' خلفائے راشدین اور امام ابو حنیفہ کی منقبت بھی بیان کی گئی ہے۔ چھوٹی بحر میں نہایت سادہ زبان میں عوام الناس کی دینی تربیت کے لئے کتاب لکھی گئی ہے۔

۴۳- نماز مدلل

اس کتاب میں غسل' وضو اور نماز کے ہر ایک فرض' واجب' سنت اور مستحب ارکان

لئے قرآن و احادیث سے نہایت پر زور دلائل لکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ نماز کے مختلف فیہا مسائل، مثلاً مسئلہ فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین، وضع الیدین اور آمین بالجہر وغیرہ پر مفصل بحث کی گئی ہے اور ان مسائل کے بارے میں دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے جس طریق پر نماز پڑھنے کی ہدایت کی ہے یہی طریقہ رسول اللہ ﷺ و صحابہ کرام کا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت فقیہ اعظم نے اہلحدیث اور شیعہ حضرات کے طریق وضو اور نماز کا رد بھی کیا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم نے "نماز مدلل" کم علم احناف مرد و خواتین کے لئے لکھی تھی تا کہ وہ نماز کے بارے میں ہر ایک مسئلہ سے آگاہ ہو جائیں۔ تاہم یہ کتاب اتنی مدلل اور تحقیقی ہے کہ علمائے کرام نے بھی اس کو بہت پسند کیا۔

۴۴۔ وہابیہ سے مناکحت

اس کتاب میں حضرت فقیہ اعظم نے اہلحدیث حضرات کے (بقول حضرت فقیہ اعظم) قول و فعل میں تضاد اور منافقانہ پالیسوں کا پردہ چاک کیا ہے کہ یہ بزعم خویش احناف کو مشرک و بدعتی بھی کہتے ہیں اور ان سے رشتہ داریاں بھی قائم کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن و حدیث مشرک اور بدعتی سے کسی قسم کا بھی تعلق قائم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ حضرت فقیہ اعظم نے بعض علمائے اہلحدیث کے فتاویٰ بھی نقل کئے ہیں جو ایسی کسی رشتہ داری قائم کرنے کے مخالف ہیں۔ آخر میں علمائے احناف کے فتاویٰ درج کرنے کے بعد، جن میں اہل ہوا سے رشتے ناطے کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، حضرت فقیہ اعظم عوام اہلحدیث کو تجویز پیش کرتے ہیں کہ یا تو احناف کو مشرک اور بدعتی کہنا چھوڑ دو یا ان سے رشتے ناطے کرنا چھوڑ دو۔

۴۵۔ ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات

علامہ برہان الدین علی مرغینانی (م۔ ۵۹۳ھ) کی کتاب "ہدایہ" فقہ حنفی کی ایک بنیادی اور معتبر کتاب ہے۔ اس پر مولانا محمد، مدرس مدرسہ دار الحدیث محمدیہ، دہلی اور مدیر اخبار "محمدی" نے اپنے اخبار کے ۱۵ جولائی ۱۹۲۵ء کے شمارے میں بعض اعتراضات کئے اور اس کے چند مسائل کو اپنے تئیں قرآن و سنت سے متصادم قرار دیا۔ حضرت فقیہ اعظم نے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا اور ثابت کیا کہ مدیر اخبار "محمدی" "ہدایہ" کے مسائل کو سمجھ ہی نہیں سکا ہے اور بعض ایسے مسائل لکھ دیئے ہیں جن پر حنفی مذہب کی کتب میں ان کے خلاف فتاویٰ درج ہیں اور بعض ایسے مسائل پر

اعتراضات کئے ہیں جن کے دلائل خود "ہدایہ" میں موجود ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم کے بقول مدیر اخبار "محمدی" نے اس طرح عوام کو صرف مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے کیونکہ اس نے "ہدایہ" کے دلائل کا قرآن و احادیث صحیحہ سے رد پیش نہیں کیا ہے۔

حضرت فقیہ اعظم کی غیر مطبوعہ کتب کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ پنجابی ترجمہ مشکوٰۃ شریف

۲۔ تحقیق الکلام

۳۔ ترجمہ کتاب الآثار

۴۔ ترجمہ موطا امام محمد

۵۔ فاتحہ خلف الامام (عربی / اردو)

۶۔ مرزائیت کی تردید

۷۔ مفقود الخبر

مضامین:

حضرت فقیہ اعظم کے مضامین اپنے عہد کے مشہور و معروف اخبار و جرائد میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ ان مضامین کے موضوعات اسلامی تاریخ، عقائد، تصوف، سیرت، فقہ، حدیث، طب نبوی اور اصلاح معاشرہ ہوتے تھے۔ ان مضامین کی اکثریت ایسی تھی جو اہلحدیث حضرات کے تنقیدی مضامین کے جواب میں لکھے جاتے تھے۔ جن اخبار و رسائل میں یہ مضامین شائع ہوتے تھے ان میں ماہنامہ "انوار الصوفیہ" (لاہور، سیالکوٹ)، ہفت روزہ "الفقیہ" (امرتسر)، ہفت روزہ "رضوان" (لاہور)، اخبار "العدل" (گوجرانوالہ) اور اخبار "سراج الاخبار" (جہلم) نمایاں ہیں۔

امرتسر سے مولوی ثناء اللہ امرتسری ایک ہفت روزہ اخبار "اہلحدیث" نکالا کرتے تھے۔ جس میں آئے دن فقہ حنفی اور امام ابو حنیفہ پر اعتراضات کئے جاتے تھے۔ چنانچہ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے مولوی ابو الریاض حکیم محمد معراج دین احمد (م۔۱۹۴۸ء) نے امرتسر ہی سے احناف کا ایک ہفت روزہ اخبار "الفقیہ" ۱۸ جولائی ۱۹۱۸ء کو نکالنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں حضرت امیر ملت اور حضرت فقیہ اعظم کی دلچسپی اور کوششوں کو بھی بڑا دخل تھا۔ چنانچہ ان بزرگوں کی سرپرستی اور حکیم معراج دین صاحب کی ثابت قدمی سے "الفقیہ" جلد ہی ہندوستان بھر میں احناف کا موثر ترجمان بن

گیا۔ حضرت فقیہ اعظم کو "الفقیہ" کے اجراء سے بہت خوشی ہوئی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اب انہیں اپنے تحقیقی مضامین تقریباً" ہر ہفتے شائع کرانے کا ایک موثر ذریعہ ہاتھ آگیا تھا۔ چنانچہ جلد ہی آپ "الفقیہ" کے رئیس التحریر بن گئے اور آپ کے مضامین رسالے کے دوسرے صفحے پر شائع ہونے لگے۔ حضرت فقیہ اعظم کی "الفقیہ" سے محبت وابستگی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ دینی جلسوں میں اپنی تقریر کے آخر میں "الفقیہ" کے سالانہ خریدار بننے کی عوام کو ترغیب دیتے تھے اور خود بھی کئی خریدار بنائے۔ حضرت فقیہ اعظم کے مضامین اس اعلیٰ معیار کے ہوتے کہ آپ کے مخالف بھی ان مضامین کے دلائل و تحقیقانہ شان کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکتے۔ چنانچہ ۹ اگست ۱۹۴۶ء کے اخبار "اہلحدیث" میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب خلیل نظام آباد کا ایک مضمون بعنوان "اصلاح عقائد" شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے علمائے بریلوی پر حضور اکرم ﷺ کی عدم بشریت کا قائل ہونے کا الزام لگایا۔ اس سلسلے میں حضرت فقیہ اعظم کے حوالے سے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "....ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہم بڑے بڑے عالم اور پڑھے لکھے حضرات کو بھی اس غلط عقیدہ کے شائع کنندہ اور مبلغ پاتے ہیں۔ خصوصاً" کوٹلی لوہاراں مغربی کے مولوی محمد شریف صاحب پر ہمیں حیرت و تعجب ہے کہ باوجود علم و فضل کے ایسے لاطائل عقائد کی اشاعت پر مصر ہیں اور اپنے علم و فضل پر ہنسا رہے ہیں"۔(۱۴)

حضرت فقیہ اعظم نے مناظرانہ مضامین کے علاوہ اصلاحی و سماجی مسائل پر بھی مضامین لکھے ہیں۔ جن میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں کی حالت بد پر اظہار افسوس کے بعد' ان کی اصلاح و فلاح کی تجاویز پیش کی ہیں۔ اس سلسلے کا ایک نمایاں مضمون "ہمارے لیڈر" ہے۔ جو "ماہ طیبہ" میں قند مکرر کے طور پر شائع ہوا۔ اس مضمون میں حضرت فقیہ اعظم لکھتے ہیں کہ آج کل لیڈروں کی بہتات ہوگئی ہے جو قومی ہمدردی اور اسلامی ترقی پر بہت زور دیتے ہیں۔ حالانکہ خود بے عمل ہیں اور علماء و بزرگان دین کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم کے نزدیک مسلمانان ہند میں جو 'بیداری' پیدا ہوئی ہے' یہ نامبارک بیداری ہے کیونکہ یہ دین سے لاپرواہی اور اعتراضات سکھاتی ہے۔ مسلمانوں نے اپنی وضع قطع' تہذیب و تمدن تک چھوڑ دیا ہے اور بحیثیت مسلمان قوم' اپنی شناخت گم کردی ہے اور ان کے غیرت اسلامی ختم ہوگئی ہے۔ حضرت فقیہ اعظم مسلمان لیکچرار زپر بھی تنقید کرتے ہیں کہ یہ عربی زبان سے نابلد ہیں' لیکن دین کی تشریح کرتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے

اسلام غیروں کی نظروں میں ہلکا ہو گیا ہے۔ لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ترقی کر رہا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم ان لوگوں پر بھی سخت تنقید کرتے ہیں جو قومی ہمدردی کے مدعی ہیں مگر ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ غرباء سے دور ہیں صرف امراء کی ہمدردی کو قومی ہمدردی کا نام دیا ہوا ہے۔ آخر میں حضرت فقیہ اعظم کہتے ہیں کہ سچی ہمدردی وہی کر سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کا سچا مطیع ہو۔(۱۵)

فتاویٰ:

حضرت فقیہ اعظم ایک متبحر مفتی بھی تھے۔ آپ کے پاس ہندوستان بھر سے مختلف استفتاء آتے تھے جن پر آپ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کے مطابق فتاویٰ دیتے تھے۔ اکثر علمائے کرام و مشائخ عظام دقیق مسائل میں آپ سے فتاویٰ حاصل کرتے تھے اور ان کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت امیر ملت اپنے مریدوں کو استفتاء کے لئے حضرت فقیہ اعظم کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت سید امیر قادری (م۔ ۱۹۴۵ء) اور حضرت خواجہ پیر محمد شفیع قادری(۱۶) (۱۹۲۳۔۱۹۷۶ء) پیران ڈھوڈا شریف، ضلع گجرات بھی مختلف نزاعی و اختلافی مسائل میں دیگر علمائے کرام کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم سے بھی فتویٰ حاصل کرتے تھے اور اس فتویٰ کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔(۱۷) حضرت فقیہ اعظم "الفقیہ" کے قارئین کے مختلف مسائل کے جواب میں بھی فتاویٰ دیتے تھے، جو رسالے میں "فتاویٰ" کے نام سے شائع ہوتے تھے۔ "الفقیہ" کے علاوہ آپ کے فتاویٰ "سراج الاخبار" اور "رضوان" میں بھی شائع ہوتے رہتے تھے۔

۱۹۳۸ء میں حاجی والہ، ضلع گجرات میں ایک بیمار شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ جس کی پیدائش کے پانچ دن بعد وہ آدمی فوت ہو گیا۔ مولوی فضل احمد صاحب ساکن حاجی والہ نے اس کی بیوہ کا نکاح، عدت گزرنے سے پہلے ہی پڑھا دیا۔ جماعت حنفیہ حاجی والہ، نے اس مسئلہ کو دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور، حضرت فقیہ اعظم اور مولانا عبد اللہ ساکن ملکہ کے پاس بطور استفتاء بھیجا۔ جہاں سے جواب آیا کہ بیوہ کا عقد ثانی غلط ہوا ہے۔ اس پر چار ماہ دس دن عدت گزارنا فرض ہے۔ لیکن مولوی فضل احمد نے ان جوابات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ حضرت فقیہ اعظم اور مولانا ابوالنور محمد بشیر، جماعت حنفیہ کی دعوت پر حاجی والہ مناظرے کے لئے گئے۔ لیکن ثالث، مولانا عبد اللہ ساکن ملکہ کے نہ آنے کی وجہ سے یہ مناظرہ نہ ہو سکا۔ اس پر فیصلہ ہوا کہ دونوں فریق اپنے دلائل تحریری طور پر دارالعلوم دیو بند (۱۸۶۷ء)، دارالعلوم منظر اسلام، بریلی اور جامعہ نعیمیہ، مراد آباد

ارسال کریں۔ ان تمام دارالعلوم کے دارالافتاء سے یہی جواب آیا کہ بیوہ کا عقد ثانی غلط ہوا ہے۔ لیکن مولوی فضل احمد پھر بھی قائل نہ ہوئے۔ چنانچہ جماعت حنفیہ نے تمام حالات سے حضرت فقیہ اعظم کو بذریعہ خط آگاہ کیا۔ جس پر، حضرت فقیہ اعظم نے جواباً" لکھا کہ آپ مولوی صاحب کو کہیں کہ وہ اپنے دلائل مجھے لکھ کر ارسال کریں۔ میں ان کا جواب دوں گا اور اگر وہ اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے تو میں خود آکر بالمشافہ ان سے بات کروں گا۔ چنانچہ مولوی فضل احمد نے اپنے دلائل تحریری طور پر حضرت فقیہ اعظم کو ارسال کئے۔ ان دلائل کا لب لباب یہ تھا کہ چونکہ شوہر کی وفات سے پہلے وضع حمل ہو چکا تھا اور بعد وضع حمل، عورت سے جماع نہیں ہوا، کیونکہ مرد مرض الموت میں مبتلا تھا۔ اس لئے یقینی طور پر عورت کا رحم خالی تھا اور عدت کا منشا بھی استبراء رحم ہونا ہے۔ اس لئے اس عورت پر کوئی عدت نہیں۔ حضرت فقیہ اعظم نے مولوی صاحب کے دلائل کا رد قرآن و حدیث، آثار صحابہ کرام، اقوال آئمہ اور فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے کیا اور ثابت کیا کہ ہر بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور جو بوقت وفات شوہر حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل تک ہے۔ اس لئے صرف استبراء رحم ہونا نکاح ثانی کے لئے، بغیر عدت گزارے، دلیل نہیں بنتا۔ حضرت فقیہ اعظم نے کئی ایسی حالتیں بیان کیں جب عورت کا رحم یقیناً خالی ہوتا ہے لیکن پھر بھی اس پر عدت لازمی ہے۔(۱۸)

حضرت فقیہ اعظم کے اپنے فتاویٰ کے علاوہ، دیگر علمائے کرام کے فتاویٰ پر ان کے تصدیقی دستخط بھی ملتے ہیں جو اپنے فتاویٰ کو زیادہ معتبر اور مستند بنانے کے لئے دیگر جید علمائے کرام و مفتیان اسلام کی طرح، حضرت فقیہ اعظم کو بھی ارسال کرتے تھے۔

پسرور کے مولانا محمد داؤد نے ایک استفسار کے ذریعے ۱۹۱۸ء میں پاک و ہند کے علاوہ مصر، شام اور حرمین شریفین کے علمائے کرام سے قادیانیوں کے بارے میں فتویٰ حاصل کیا۔ جو کہ انہوں نے "علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ: مرزائیوں سے بائیکاٹ" کے نام سے ۱۹۲۵ء میں شائع کرایا تھا۔ اس فتویٰ میں تمام علمائے کرام نے قادیانیوں کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا۔ اس تاریخی فتویٰ پر پاک و ہند کے دیگر اکابر علمائے کرام کے علاوہ مولانا محمد عبداللہ قادری، حضرت فقیہ اعظم اور مولانا محمد امام الدین قادری کے بھی دستخط تھے۔ مولانا محمد عبداللہ قادری نے فتویٰ کی تائید کرتے ہوئے لکھا کہ "ایسا شخص کافر ہے اور کافر سے نکاح درست نہیں، جو شخص ہمارے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کرے یا مدعی نبوت کی

تصدیق کرے یا یہ اعتقاد رکھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ ؐ سے پہلے وہ شخص نبی تھا کہ جس کی نبوت کا ثبوت نہیں' وہ کافر ہو گا۔" (۱۹)

مولانا محمد کرم الدین دبیر(۲۰) (م۔ ۱۹۴۶ء) بھین' تحصیل چو آسیدن شاہ' ضلع جہلم (اب ضلع چکوال) نے ایک فتویٰ اپریل ۱۹۳۰ء میں دیا کہ استاد کے حقوق والدین سے بھی فائق ہیں اور یہ کہ استاد کے عاق کردہ کی توبہ قبول ہے نہ شہادت اور نہ ہی یہ امامت کرانے کے لائق ہے۔ اس فتویٰ پر پنجاب کے علمائے کرام کے مواہیر تصدیق ثبت ہیں۔ جن میں حضرت فقیہ اعظم' مولانا حافظ محمد امام الدین اور ان کے صاحبزادے مولوی محمد الیاس (مولوی فاضل) کے مواہیر بھی ہیں۔(۲۱)

مولانا محمد عظیم نقشبندی المجددی خطیب جامع مسجد وزیر آباد نے ادائے ظہر بعد از جمعہ کے مسئلہ پر فتویٰ دیا۔ جس پر پاک و ہند کے جید علمائے اہل سنت نے تصدیقی دستخط کیے۔ جن میں مولانا محمد عبداللہ قادری' حضرت فقیہ اعظم اور مولانا محمد امام الدین قادری کے دستخط بھی ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم' مولانا محمد عظیم کے فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں جمعہ کے بعد نماز ظہر کا پڑھنا واجب ہے۔ جو لوگ ظہر نہیں پڑھتے وہ یقیناً فرض وقت سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ حضرت فقیہ اعظم مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ جمعہ اور ظہر کی نمازیں الگ الگ ہیں۔ جمعہ کے دن بھی فرض وقت ظہر ہی ہے۔ البتہ بوقت موجودگی جمیع شرائط جمعہ کے ادا کرنے سے فرض وقت ظہر ساقط ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس نے جمعہ ادا نہیں کیا یا ادا تو کیا لیکن شرائط کے وجود میں اشتباہ ہے تو اس پر فرض وقت' یعنی ظہر لازم ہے۔(۲۲)

مئی ۱۹۴۰ء میں ذکریا مسجد بمبئی کے امام' احمد یوسف فارسی نے جمعہ کے روز اپنی مسجد میں ابن سعود کے بیٹوں کا استقبال کیا اور نجدی حکومت' ابن سعود اور اس کے بیٹوں کی تعریفیں کیں اور ان کی حفاظت و سلامتی کی دعا کی۔ اس پر شہر کے چند سنی لوگوں نے ایک اشتہار بعنوان "دشمنان اسلام کی آمد پر بمبئی میں ایک فتنہ عظیم" شائع کرایا۔ پھر اراکین انجمن تبلیغ صداقت' چھاچھ محلہ' بمبئی نے ایک استفتاء مبارکپور' سنبھل' آگرہ' حیدر آباد دکن' بریلی' علی پور سیداں' گیا' پیلی بھت' کلکتہ' ریاست پٹیالہ' ریاست گوالیار' علی گڑھ اور سیالکوٹ کے علمائے کرام کو ارسال کیا۔ حضرت فقیہ اعظم نے استفتاء کے جواب میں مذکورہ امام کو وہابی بتایا اور اس کو امام بنانے سے روکنے' علانیہ توبہ کرنے کو کہا اور اشتہار کے مندرجات سے مکمل اتفاق کیا۔(۲۳)

شاعری:

حضرت فقیہ اعظم پنجابی' اردو' فارسی اور عربی کے قادر اکلام شاعر تھے۔ آپ کی شعری صلاحیتوں کا اظہار آپ کی بعض کتابوں سے ہوتا ہے جو آپ نے منظوم اردو اور پنجابی میں تحریر کیں۔ آپ کی شاعری کا محور ذات باری تعالیٰ' رسول کریم ﷺ اور مرشد کی ذات تھی۔ مندرجہ ذیل پنجابی نعت میں آپ نے حضور اکرم ﷺ کے اسم مبارک' محمد ﷺ کی ایمان افروز تشریح کی ہے۔

میم محمد موت کفر دی سمجھو نال دانائی
جدوں محمدؐ پیدا ہوئے موت کفر نوں آئی
کفر شرک نوں پاک محمدؐ دنیا کنوں مٹایا
دین اسلام مروج ہویا گھر گھر نور سمایا
حے محمدؐ دلاں مویاں دی خاص حیاتی آئی
مردیاں دلاں کفر وچہ ڈبیاں عجب حیاتی پائی
دوجا میم مواہب بھریا ڈاہڈیاں ٹھاٹھاں مارے
نال فضلدیاں کانگاں دے اوہ اہل ایماناں تارے
دال محمدؐ کرے دلالت اوپر ہر بھلیائی
جو کوئی اسدی تابع ہویا اوس نوں خوف نہ کائی (۲۴)

ایک دوسری نعت میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

محمدؐ نام نامی ہے جنہان دا
جہان وچہ فیض عامی ہے جنہاندا
جنہاندی نور تھین خلقت ہوئی ہے
جنہاندا نام لیوے ہر کوئی ہے
جنہاں نے کفر دی ظلمت مٹائی
جنہاندے نور دی ہے روشنائی
اوہ احمدؐ نام سلطان جہان ہے

اوسیدی دھوم وچہ کون و مکان ہے

اوسیدے ہتھ لواء الحمد ہوسی

شفاعت واسطے اوہو کھلوسی

پکارن نفسی نفسی انبیاء جد

پکارے امتی اس روز احمدؐ

اوہو سرور بہت امت دا پیارا

بنا اس دے نہین ساڈا گذارا(۲۵)

حمدیہ اور نعتیہ شاعری کے علاوہ' آپ نے اپنے پیرو مرشد کی شان میں عربی' فارسی اور اردو میں قصائد بھی لکھے جو' جہاں آپ کی اعلیٰ شعری صلاحیتوں کے مظہر ہیں وہاں اپنے مرشد سے آپ کی سچی محبت و عقیدت کا اظہار بھی ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم کے یہ قصائد "گلزار نقشبندیہ" میں محفوظ ہیں۔ ایک عربی قصیدہ میں حمد و نعت کے بعد' آپ اپنے مرشد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

شیخنا الھادی المعظم مرشد الجمع الوری

ہمارا شیخ تمام جہان کا مرشد اور ہادی معظم ہے

صاحب المجد المکرم ماخذ العرفان

اور مکرم صاحب بزرگی اور منبع عرفان ہے

الولی الاکمل ھو شیخنا شیخ الشیوخ

ہمارے شیخ ولی اکمل اور شیخ الشیوخ ہیں

الذی قد نور الخلان بالعرفان

آپ نے احباب کو نور معرفت سے منور کر دیا ہے

الذی ملات محبتہ فوادی کلہ

آپ وہ ہیں جنکی محبت میرے دلمیں بھرپور ہو گئی ہے

الذی فی شوقہ ما نامت العیینان

آپ وہ ہیں جنکے شوق میں میری آنکھوں میں نیند نہیں رہی

الذی من فیضہ فاز العباد مرادھم

آپ کے فیض سے لوگوں نے اپنی مرادیں حاصل کیں

الذی هو صاحب الافضال والاحسان

آپ صاحب افضال اور صاحب احسان ہیں (۲۶)

قصائد کے علاوہ (۲۷)، حضرت فقیہ اعظم نے بعض کتب پر نثر اور نظم میں تقاریظ بھی لکھی ہیں۔ مولانا حافظ امام الدین قادری کی کتاب "احتیاط الظہر" جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ نماز جمعہ الگ ہے اور نماز ظہر الگ۔ اس لئے نماز جمعہ کے بعد احتیاطاً" نماز ظہر پڑھنی چاہئے" پر حضرت فقیہ اعظم کی تقریظ ہے جس میں آپ نے حافظ صاحب کے دلائل کی تائید کی ہے۔ (۲۸) مولانا ابوالنور محمد بشیر نے قادیانیوں کے خلاف ایک مدلل کتاب "ختم نبوت" لکھی۔ جس میں انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کو متعدد دلائل سے ثابت کیا اور مرزائیوں / قادیانوں کے ہر اعتراض کے کئی کئی جوابات دیئے۔ حضرت فقیہ اعظم نے اس کتاب پر بھی تقریظ لکھی۔ (۲۹) مولانا محمد کرم الدین دبیر نے شیعوں کی تردید میں کتاب "السیف المسلول لاعداء خلفاء الرسول" لکھی۔ اس کتاب پر حضرت فقیہ اعظم نے ایک طویل منظوم تقریظ لکھی۔ اس تقریظ کے بعض اشعار ہیں ۔

حضرت بوالفضل رئیس بھین
مولوی کرم دین فخرزماں
فاضل دہر عالم یکتاء
شیر اسلام، نیرّ دوراں
لکھی ہے آپنے کتاب عجیب
سیف مسلول تیغ ہے براں
مذہب شیعہ و روافض کا
رد ہے با دلائل و برہاں (۳۰)

حضرت فقیہ اعظم کو دیگر علوم کی طرح فن تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ نے کئی اکابر علمائے کرام اور اپنے دوست و احباب کی وفات پر عربی، فارسی اور اردو میں کئی کئی تاریخ ہائے وفات لکھیں۔ عیسوی اور ہجری سال کے حساب سے الگ الگ بھی طویل اور مختصر تاریخ ہائے وفات ملتی ہیں۔ جو ان کے فن تاریخ گوئی پر کمال دسترس کا ثبوت ہے۔ جن علمائے کرام کی وفات پر

حضرت فقیہ اعظم نے تاریخ ہائے وصال لکھی ہیں ان میں نمایاں نام ' حضرت حافظ عبدالکریم نقشبندی' مولانا سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ رضوی(۳۱) (۱۸۵۶-۱۹۳۵ء)' مولانا پیر محبوب احمد المقلب بہ خیر شاہ امرتسری(۳۲) (م-۱۹۲۰ء)' پیر حیات محمد شاہ سیالکوٹی(۳۳) (م-۱۹۴۲ء) اور مولانا پیر عبدالغفار شاہ کشمیری(۳۴) (م-۱۹۲۲ء) کے ہیں۔

حوالے:

۱۔ مجیب احمد 'حضرت فقیہ اعظم اور فقہ حنفی 'ضیائے حرم 'اکتوبر ۱۹۹۱ء 'ص۔ ۴۸

۲۔ ایضاً'' 'ص۔ ۴۹

۳۔ ابو یوسف محمد شریف 'صداقت الاحناف 'سیالکوٹ 'س۔ن 'ص۔ ۵

۴۔ ابو یوسف محمد شریف 'نماز مترجم منظوم پنجابی 'سیالکوٹ '۱۹۰۲ء 'ص۔ ۴۰

۵۔ ابو یوسف محمد شریف 'اربعین حنفیہ 'لاہور 'س۔ن 'ص ۔ ۱ ۔۔ ۳ اور ابو یوسف محمد شریف 'قابل توجہ حضرات احناف 'الفقیہ '۷۔۔ ۱۴ نومبر ۱۹۴۴ء 'ص۔ ۲۔۔ ۳

۶۔ ابو یوسف محمد شریف 'نماز مدلل 'لاہور 'س۔ن 'ص۔ ۵۔۔ ۶

۷۔ ابوداؤد محمد صادق 'فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف صاحب کی ذات گرامی پر ایک نظر 'ماہ طیبہ 'مارچ ۱۹۵۴ء 'ص۔ ۲۷

۸۔ محمد بن عبدالوہاب کے حالات کے لئے دیکھیں۔ شیخ احمد عبدالغفور عطار 'محمد بن عبدالوہاب (ترجمہ۔ محمد صادق خلیل) 'لاہور '۱۹۷۵ء

۹۔ حالات و واقعات کی تفصیل کے لئے دیکھیں۔ مفتی محمد عبدالقیوم قادری 'تاریخ نجد و حجاز 'لاہور '۱۹۷۸ء 'محمد صلاح الدین محمود 'خاک حجاز کے نگہبان 'لاہور '۱۹۸۴ء اور ایچ ۔بی۔ خان 'برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار 'اسلام آباد '۱۹۸۵ء

۱۰۔ ابوداؤد محمد صادق 'مصدر سابق 'ص۔ ۲۷

۱۱۔ صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی کے حالات کے دیکھیں۔ ابوداؤد محمد صادق 'مولانا شاہ محمد امجد علی صاحب اعظمی 'ماہنامہ رضائے مصطفیٰ (گوجرانوالہ) 'جنوری ۱۹۷۱ء 'ص۔۷ 'مفتی محمد خلیل خاں قادری 'حضرت صدر الشریعۃ 'ماہنامہ ترجمان اہلسنّت (کراچی) 'فروری ۱۹۷۷ء 'ص۔ ۵۴۔۔ ۵۷ اور محمد انوار المصطفیٰ قادری 'صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی 'ترجمان اہلسنّت 'اکتوبر۔ نومبر ۱۹۷۸ء 'ص۔ ۱۰۵۔۔ ۱۱۰

۱۲۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کے حالات کے لئے دیکھیں۔ عبدالمجید خادم 'سیرت ثنائی 'لاہور '۱۹۸۹ء

۱۳۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری 'بالتوضیح عن رکعات التراویح 'لاہور 'س۔ن 'ص۔ ۱۴۳

۱۴۔ ابو یوسف محمد شریف، اہلحدیث کا ایک افتراء، الفقیہ ۲۱۔۔ ۲۸ اگست ۱۹۴۶ء، ص۔ ۲۔ اس مضمون میں حضرت فقیہ اعظم نے اس بات کی سختی سے تردید کی ہے کہ وہ یا کوئی اور بریلوی عالم حضور اکرم ﷺ کی عدم بشریت کے قائل ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم تصریح کرتے ہیں کہ علمائے اہل سنت و جماعت مجلس میلاد مناتے ہی اس لئے ہیں تا کہ حضور اکرم ﷺ کی بشریت کا اظہار ہو۔ تاہم ان کے نزدیک حضور اکرم ﷺ صرف بشر نہ تھے بلکہ بے مثل، سید البشر اور افضل البشر ہیں۔

۱۵۔ ابو یوسف محمد شریف، ہمارے لیڈر، ماہ طیبہ، دسمبر ۱۹۵۶ء، ص۔ ۲۰۔۔ ۲۴

۱۶۔ خواجہ پیر محمد شفیع قادری کے حالات کے لئے دیکھیں۔ محمد حامد ضیاء قادری، تاجدار ڈھوڈا شریف، ماہ طیبہ (سیالکوٹ)، دسمبر ۱۹۹۱ء، ص۔ ۱۹۔۔ ۲۴ اور ۲۹ اور محمد صادق قادری، پیر محمد شفیع، ضیائے حرم، اگست ۱۹۷۶ء، ص۔ ۵۹۔۔ ۶۲

۱۷۔ محمد ضیاء اللہ قادری، تذکرہ مشائخ عظام علیہم الرحمتہ دربار عالیہ ڈھوڈا شریف، ماہ طیبہ (سیالکوٹ)، دسمبر ۱۹۹۳ء، ص۔ ۲۰ اور ۲۳

۱۸۔ ابو یوسف محمد شریف (مرتب)، اظہار الحق، سیالکوٹ، س۔ ن، ص۔ ۲۔۔ ۳۸

۱۹۔ محمد رضا المصطفیٰ چشتی، شیخ القرآن مولانا عبداللہ قادری، مساوات (لاہور)، ۵ اکتوبر ۱۹۷۵ء

۲۰۔ مولانا محمد کرم الدین دبیر کے حالات کے لئے دیکھیں۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری (مرتب)، تذکرہ اکابر اہل سنت، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص۔ ۴۰۹۔۔ ۴۱۴

۲۱۔ سید کرم حسین شاہ، کاشف الاسرار، ج۔ ن، ۱۹۳۰ء، ص۔ ۱۳۔۔ ۱۵

۲۲۔ محمد عظیم (مرتب)، فتاویٰ علماء الامتہ فی ظہر الجمعتہ، پشاور، ۱۹۳۹ء، ص۔ ۳۳۔۔ ۳۵

۲۳۔ انجمن تبلیغ صداقت، سل الصوارم الصمدیہ علیٰ حلیف شیاطین النجدیہ، بمبئی، ۱۹۴۰ء، ص۔ ۱۲۰

۲۴۔ صداقت الاحناف، مصدر سابق، ص۔ ۱

۲۵۔ نماز مترجم منظوم پنجابی، مصدر سابق، ص۔ ۳

۲۶- محمد رمضان نقشبندی (مرتب)، گلزار نقشبندیہ، لالہ موسیٰ، ۱۹۳۵ء، ص- ۹۹--۱۰۰

۲۷- حضرت فقیہ اعظم نے "شجرۃ المشائخ النقشبندیہ المجددیہ" بھی لکھا تھا- شجرہ کے لئے دیکھیں- ضمیمہ نمبر ۲

۲۸- ابو الیاس امام الدین قادری، احتیاط النظر، امرتسر، س-ن، ص- ۷۳

۲۹- ابوالنور محمد بشیر، ختم نبوت، سیالکوٹ، س-ن، ص- ۷۰

۳۰- محمد کرم الدین، رسائل ثلاثہ، ج-ن، ۱۹۲۹ء، ص- ۸۱

۳۱- مولانا سید دیدار علی شاہ رضوی الوری کے حالات کے لئے دیکھیں- محمود احمد رضوی، سیدی ابوالبرکات، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص- ۱۱۶--۱۳۳، محمد عبدالحکیم شرف قادری، مصدر سابق، ص- ۱۴۰--۱۴۵ اور اقبال احمد فاروقی، تذکرہ علماء اہلسنّت و جماعت لاہور، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص- ۲۶۸--۲۷۶

۳۲- مولانا پیر محبوب احمد کے حالات کے لئے دیکھیں- محمد صادق قصوری، امیر ملت اور ان کے خلفاء، سیالکوٹ، ۱۹۸۳ء، ص- ۲۱۲--۲۱۵

۳۳- مولانا پیر حیات محمد شاہ سیالکوٹی کے حالات کے لئے دیکھیں- ایضاً" ص- ۹۴--۹۵

۳۴- مولانا پیر عبدالغفار شاہ کشمیری کے حالات کے لئے دیکھیں- محمد عبدالحکیم شرف قادری، مصدر سابق، ص- ۲۴۳--۲۴۵، اقبال احمد فاروقی، مصدر سابق، ص- ۲۳۸--۲۴۷ اور اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب (جلد اول)، لاہور، ۱۹۸۰ء، ص- ۳۱۷--۳۱۹

باب: پنجم

شخصیت

حضرت فقیہ اعظم کی شخصیت کی دو نمایاں خصوصیات تھیں۔ ایک ان کی سادگی اور دوسری سنت کی پیروی۔ آپ نے ساری زندگی سادگی سے گزار دی۔ آپ کی یہ سادگی کسی مجبوری کے تحت نہ تھی بلکہ سنت نبوی کے تحت' اختیاری تھی۔ آپ سادہ' لیکن صاف ستھرا لباس پہنتے تھے۔ اکثر سفید تہد بند' سفید کرتہ اور سفید پگڑی پہنتے تھے۔ آپ جب کبھی اپنے مریدین کے پاس دوروں پر جاتے یا جلسوں میں شرکت کے لئے جاتے تو اکثر ایسا ہوتا کہ دوسرے علمائے کرام و مشائخ عظام کی موجودگی میں آپ اپنی سادہ وضع قطع کی بدولت پہچانے نہ جاتے تھے تاہم جب آپ خطاب فرماتے تو لوگ آپ کی علمی وجاہت اور مرتبہ سے خود بخود آگاہ ہو جاتے تھے۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ علم کسی خاص وضع قطع کا محتاج نہیں یہ تو عطائے الٰہی ہے جس کو عطا ہو جائے اس کی قسمت ہے۔(۱)

لباس کے علاوہ' حضرت فقیہ اعظم کی عادات بھی تصنع سے پاک تھیں۔ آپ کو کسی قسم کا زعم نہ تھا کہ یہ عام سا کام میرے کرنے کا نہیں ہے۔ بلکہ آپ بظاہر معمولی سے کام کو بھی بہ طریقہ احسن سرانجام دیتے تھے۔ آپ کے قریب رہنے والوں کا بیان ہے کہ آپ کوٹلی لوہاراں کی جامع مسجد میں بلامعاوضہ امامت کراتے رہے ہیں اور جب کبھی موذن موجود نہ ہوتا تو آپ خود ہی اذان دیتے تھے۔ آپ میت کو غسل بھی دیتے تھے اور کوٹلی لوہاراں اور مضافات کے دیہات میں نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بھی چلے جاتے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم اپنا ہر کام خود کرتے تھے۔ بوسیدہ کپڑوں کی خود مرمت کرتے اور ان کو دھو بھی لیتے تھے۔ آپ کا خط نہایت عمدہ تھا اس لئے آپ اپنی کتب کی کتابت عموماً" خود ہی کرتے پھر ان کو چھپوانے کے بعد خود ہی ان کی جلدیں بھی بنا لیتے تھے۔(۲)

حضرت فقیہ اعظم کو حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے بے حد محبت و عقیدت تھی۔

آپ کا ہر عمل اتباع سنت کے جذبہ کے ماتحت ہوتا تھا۔ کھانے میں گوشت اور کدو اس

لئے پسند تھا کہ یہ حضور

جہری نماز کی سورتوں میں بھی سنت کی پیروی کا خاص اہتمام کرتے اور وہی سورتیں

تلاوت کرتے' جو حضور اکرم ﷺ تلاوت فرماتے تھے۔ بیماروں کی عیادت کرنے کے لئے ان

مدد بھی کرتے تھے۔ غرباء اور مجبور الحال احباب کو قرضہ حسنہ دیتے رہتے تھے اور جب کبھی کسی دوست کو قرض کی ادائیگی سے معذور محسوس کرتے تو آپ نہ صرف اسے قرضہ معاف کر دیتے بلکہ مزید امداد دیتے تھے۔ وصال سے پہلے' بیماری کی حالت میں آپ نے کئی احباب کا قرضہ' مولانا ابو النور محمد بشیر کے روبرو معاف کیا اور مولانا کو تاکید کی کہ اب ان لوگوں سے قرض کی رقم نہ مانگنا۔ دور و نزدیک کے رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے خود ان کے گھروں میں جاتے اور ان کے اپنے ہاں آنے پر بڑی خندہ پیشانی اور تواضع سے پیش آتے تھے۔ (۳) آپ اپنی تصانیف کے آخر میں جہاں اپنی بخشش اور مغفرت کی دعا کرتے' وہاں آپ اپنے قریبی رشتہ داروں' اساتذہ کرام اور احباب کے لئے بھی دعا کرتے تھے۔

مین توبہ کرکے تیرے در تے آیا
گناہ سب بخشدے میرے خدایا
مرے ماباپ بھائی بھین سارے
مرے استاذ تے سب یار پیارے
انھانون نال نیکان دے اٹھائین
نبی دے پاس جنت وچہ پہنچائین (۴)

ایک اور جگہ دعا کرتے ہیں۔

تے مینوں بھی سن خویش قبیلے جنت دیویں جائیں
پاک نبیؐ صاحب دے صدقے کریں قبول دعائیں (۵)

حضرت فقیہ اعظم کو سنت نبوی کے ساتھ ساتھ دیار نبوی سے بھی بہت محبت و عقیدت تھی۔

خداوندا دکھا کوئے مدینہ
ہمیشہ دل رہے سوئے مدینہ (۶)

۱۹۴۴ء کے اوائل میں حرمین شریفین میں قحط کی سی حالت پیدا ہو گئی تھی۔ غرباء تو کیا امراء بھی ہر طرح کی مشکلات میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اہل حجاز کی اس مشکل گھڑی میں امداد کے لئے ہندوستان میں حضرت امیر ملت نے ایک تحریک شروع کی اور ان کی مالی امداد کے لئے "مدینہ فنڈ" قائم کیا۔ اس تحریک کے ذریعے صرف مارچ / اپریل ۱۹۴۴ء میں بیس ہزار پانچ سو روپے جمع ہو گئے اور یہ رقم

بالاقساط حرمین شریفین پہنچادی گئی۔(۷) نومبر ۱۹۴۴ء تک پچاس ہزار روپے حرمین شریفین تک پہنچادیئے گئے تھے۔(۸) حضرت فقیہ اعظم نے اس سلسلے میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور کوٹلی لوہاراں اور مضافات کے دیہات میں متعدد جلسے کر کے لوگوں کو اہل حرمین شریفین کی تکالیف و مصائب سے آگاہ کیا۔ چنانچہ حضرت فقیہ اعظم کی کوششوں سے نومبر ۱۹۴۴ء تک بارہ سو پچاس روپے جمع ہو گئے جو' آپ خود حضرت امیر ملت کے پاس' علی پور سیداں شریف لے کر گئے اور فنڈ میں جمع کرادیئے۔(۹)

حضرت فقیہ اعظم کو عربیوں سے بھی صرف اس لئے محبت تھی کہ وہ دیار نبوی کے باشندے ہیں۔ جب کبھی کوئی عربی آپ کے پاس آتے تو آپ ان کی خود بھی بڑے اہتمام سے خدمت کرتے اور دیگر احباب کو بھی ان کی خدمت کرنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ تاکہ ان عربی حضرات کے خوش و راضی ہو جانے پر حضور اکرم ﷺ راضی ہو جائیں۔ آپ کے حسن اخلاق سے عربی اتنے متاثر ہوتے کہ وہ تقریباً" ہر ماہ حضرت فقیہ اعظم کے پاس آتے تھے۔ ان عربی حضرات کا کہنا تھا کہ حضرت امیر ملت اور حضرت فقیہ اعظم جیسا خادم عرب ہم کو نہیں ملا۔ یہ عربی ان دونوں حضرات کے مقبول حق ہونے کی شہادت بھی دیتے تھے۔(۱۰) اسی طرح نعت خواں حضرات کی بھی آپ امداد و خدمت کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ سرکار دوعالم ﷺ کے مداح ہیں۔ ان کی خدمت کرنے سے درجات میں بلندی ہوتی ہے۔ آپ کو بذات خود نعت سننے کا عشق کی حد تک شوق تھا۔ مرض وصال میں بھی آپ نعت سنتے اور محظوظ ہوتے تھے۔(۱۱)

مولوی محمد نظام الدین قادری سروری (۱۲) نے "صداقت الاحناف" پر منظوم تقریظ لکھی جس میں حضرت فقیہ اعظم کی شخصیت کے بارے میں لکھا۔

محمد شریف جو عالم فاضل کوٹلی وچہ لوہاراں
عاشق صادق دل تے جانوں حضرت شاہ ابراراں
علم قرآنوں حصہ وافر صوفی مرد نورانی
مغرب والی کوٹلی ہوئی جس تھیں گل گلزاراں(۱۳)

مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی' حضرت فقیہ اعظم کی شخصیت کے بارے میں اظہار رائے کرتے ہوئے اکثر کہا کرتے تھے کہ "حضرت حکیم الامت علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷۔ ۱۹۳۸ء) نے جس علم کو فقیہ و

حکیم اور جس فقر کو مسیح و کلیم کہا ہے اس کی صحیح تصویر اگر کوئی دیکھنا چاہے' یا علم و فقر کے امتزاج کا نور کوئی دیکھنے کا متمنی ہو' تو اسے شرافت و نجابت کے طور پر کلیم وقت' فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف محدث کو دیکھ لینا چاہیے"۔(۱۴)

ادائیگی فرائض دینی میں آپ بڑے پابند تھے۔ ساری زندگی ایک نماز بھی قضا نہیں ہونے دی۔ مرض وصال میں بھی پانچ وقت کی نمازیں ادا کرتے رہے۔ آپ اوائل جوانی سے ہی تہجد گزار تھے۔ نماز کی طرح تہجد بھی کبھی قضا نہ ہونے دی۔ مرض وصال میں آپ چارپائی پر ہی تہجد ادا کر لیتے تھے۔ مولانا مشتاق احمد نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے عرض کی کہ حضرت آپ کو تکلیف ہے تو معذوری میں تہجد معاف ہے اور ویسے بھی یہ فرض تو نہیں۔ حضرت فقیہ اعظم نے جواب دیا کہ جو عمل رضائے سرور دو عالم ﷺ کے حصول میں گزر جائے وہ ہی اصل زندگی و ایمان ہے اور تہجد' سرور دو عالم ﷺ پر فرض تھی۔ اس لئے عاشقان نبی ﷺ کو اس کی ادائیگی لازم ہے۔(۱۵)

حضرت فقیہ اعظم کی ذات تصنع' تفاخر اور ہر قسم کے تکلفات سے پاک اور حلم و تواضع' سادگی اور اخلاق حسنہ سے آراستہ تھی۔ اس کی واضح مثال وہ واقعہ ہے جو گذشتہ صفحات میں ذکر ہوا کہ جب آپ اور حضرت امیر ملت کے درمیان ایک مولوی صاحب آ کر بیٹھ گئے تو آپ نے اس بات کا قطعاً" برا نہ مانا اور نہ ہی اپنی بڑائی اور حیثیت جتاتے ہوئے ان مولوی صاحب کو اپنی طرف پشت کرنے پر برا بھلا کہا۔

حضرت فقیہ اعظم اپنے ہم عصر علمائے کرام و مشائخ عظام کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان اصحاب سے ملاقات کے لئے جاتے تو ان کی بستیوں کے قریب سواری سے اتر کر تھوڑا فاصلہ پیدل طے کرتے تاکہ ہر قدم کے بدلے میں اجر و ثواب حاصل ہو۔ علماء و مشائخ کی خدمت میں خالی ہاتھ نہ جاتے۔ جواب میں یہ حضرات بھی بوقت رخصت' حضرت فقیہ اعظم کو تبرکات اور اپنی دعاؤں سے نوازتے تھے۔ علمائے کرام' حضرت فقیہ اعظم کی ذات کو اپنے لئے فخر تصور کرتے تھے۔ آپ کی زیر صدارت جلسے منعقد کرواتے اور ان کی محققانہ' علمی اور فقہی فکر سے بالمشافہ یا بذریعہ خط و کتابت استفادہ کرتے تھے۔(۱۶) حضرت فقیہ اعظم جہاں سچے پیران عظام کی دلی قدر کرتے وہاں آپ اپنے حلقہ احباب و مریدین کو نہایت سختی سے خلاف شرع پیروں کی صحبت سے اجتناب کرنے کا حکم

دیتے تھے۔ کیونکہ بقول ان کے بے علم اور مخالف شرع پیر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے دوست ہرگز نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ سچے اور کامل پیروں سے ان کو دور کی بھی نسبت نہیں۔ اس لئے ایسے پیروں کی صحبت ایمان کے لئے زہر قاتل اور ان سے اجتناب ایمان کے بقا کا ذریعہ ہے۔(۱۷)

علمائے کرام و مشائخ عظام کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم کو دینی اداروں اور ان میں زیر تعلیم طلباء سے بھی بڑی محبت تھی۔ آپ طلباء سے بڑی شفقت سے پیش آتے تھے اور ان کی ہر ممکن عملی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔(۱۸) فیصل آباد میں جب شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد نے جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی، تو سب سے پہلے حضرت فقیہ اعظم نے مدرسہ کے لئے عطیہ ارسال کیا تھا۔ (۱۹)

حضرت فقیہ اعظم، حضور اکرم ﷺ، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، علمائے ربانی اور اولیائے امت کے محبان صادق کی دعوت خوشی سے قبول کر لیتے اور ان حضرات کرام میں سے کسی ایک کا بھی، کسی کو گستاخ پاتے، تو اس کی دعوت کبھی قبول نہ کرتے اور نہ ہی اس کا کوئی تحفہ یا ہدیہ قبول کرتے تھے۔ اسی طرح والدین اور پیرو مرشد کے عاق کردہ کی بھی دعوت قبول نہ کرتے تھے۔ تاہم آپ ایسے شخص کو وعظ و تبلیغ سے مودب کامل بننے اور توبہ کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی مرضی کے مطابق فتویٰ حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس آتا، تو آپ خلاف معمول جلال میں آجاتے اور اس کی شرعی رنگ میں گرفت اور اصلاح کرتے تاکہ وہ آئندہ اس عمل سے باز آجائے اور راہ حق قبول کر لے۔(۲۰)

حضرت فقیہ اعظم اپنے ہر وعظ میں عشق و آداب رسول کریم ﷺ قرآن و حدیث کی روشنی میں لوگوں کے سامنے بیان کرتے تھے۔ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور دیگر سلف اولیاء اللہ کو جو، سرور دو عالم ﷺ سے عشق و محبت تھی، وہ واقعات صحیحہ سناتے تاکہ عشق و محبت اور آداب کاملہ سے حاضرین بھی واقف ہو جائیں۔ آپ کے نزدیک ایمان کی جان اگر ہے تو صرف حب رسول ﷺ ہی ہے۔ کیونکہ محبت اور ادب کامل کی موجودگی میں جو بھی اعمال صالحہ کئے جائیں گے وہی کار آمد ہوں گے ورنہ تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ عشق نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت فقیہ اعظم اپنے مواعظ میں اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کی تعلیم بھی کرتے تھے۔ آپ اکثر

فرماتے تھے کہ خوب یاد رکھو! اللہ کے عذاب سے بچنے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اپنے حبیب مکرم ﷺ کی اطاعت پر موقوف رکھی ہے' کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر تمام کمالات انسانی' تمام کمالات نبوت اور مراتب و درجات عالیہ ممکنہ ختم ہو گئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کمالات سے دوسروں کو بھی فیضیاب کیا ہے۔ قرآن مجید پر خود عمل پیرا ہو کر اور مجسم قرآن بن کر امت کے لئے عملی نمونہ پیش کیا۔ اس لئے نجات کاملہ اور دوستی باری تعالیٰ کا حصول صرف حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اختیار کرنے میں ہے۔(۲۱)

حضرت فقیہ اعظم ترکوں کے عہد میں دو مرتبہ بذریعہ بحری جہاز' حج کے لئے گئے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ حج کے لئے جانے سے پہلے زیارت روضہ انور اور مدینہ منورہ کی نیت کرتے تھے۔ (۲۲) کیونکہ ؎

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

علاوہ ازیں آپ کوٹلی لوہاراں میں عید المیلاد النبی ﷺ بڑے اہتمام سے مناتے تھے اور جلوس کے علاوہ دیگر تقریبات کی تیاریوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔(۲۳)

حضرت فقیہ اعظم کوئی 'زاہد خشک' نہ تھے۔ بلکہ آپ کی شخصیت میں حاضر جوابی اور پر لطف بذلہ سنجی کا عنصر بہت نمایاں تھا۔ آپ اپنے طنز و مزاح سے کسی کی دل آزاری نہیں کرتے تھے بلکہ اسے بھی آپ اپنے مشن کی تکمیل کے لئے استعمال کرتے تھے۔ غازی علم الدین شہید (۲۴) (۱۹۰۸ - ۱۹۲۹ء) کی شہادت پر اسلامیہ ہائی سکول' سیالکوٹ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جلسے کی صدارت سر عبد القادر (۱۸۷۴-۱۹۵۱ء) کر رہے تھے۔ اسلامیہ ہائی سکول کا وسیع میدان مسلمانوں سے پر تھا۔ جلسے سے مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "غازی علم الدین علیہ الرحمتہ شہید اگرچہ داڑھی منڈے تھے۔ مگر کام ایسا کر گئے کہ ان پر میری اس داڑھی جیسی سینکڑوں داڑھیاں قربان"۔ مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے مزید کہا کہ "یہ حقیقت ہے کہ جب کبھی ناموس رسول کا سوال پیدا ہوتا ہے تو یہ داڑھی منڈے ہی میدان میں نکلتے ہیں مجھ جیسے داڑھی والے حجروں میں جا بیٹھتے ہیں۔ یہ ماننا پڑے گا کہ ان داڑھی منڈوں میں جو محبت و عشق رسول پایا جاتا

ہے مجھ جیسے داڑھی والوں میں نہیں"۔(۲۵) مولوی ابراہیم میر کی اس بات پر حضرت فقیہ اعظم مسکراتے ہوئے اٹھے اور کہا کہ "اور یہ بات بھی یاد رہے کہ داڑھی منڈے اکثر حنفی وسنی ہوتے ہیں اور داڑھی والے اکثر وہابی"۔(۲۶) حضرت فقیہ اعظم کی اس حاضر جوابی اور بذلہ سنجی سے سارا مجمع محظوظ ہوا اور سر عبد القادر بھی مسکرا دیئے۔

حضرت فقیہ اعظم باوجود اس کے کہ ایک مناظر تھے اور اپنے مسلک کی حقانیت پر صدق دل سے قائل تھے، لیکن آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں فریق مخالف کو کبھی کافر، مشرک یا فاسق و فاجر قرار نہیں دیا۔ البتہ اکابرین اہل سنت و جماعت کے فتاویٰ کفر، جو انہوں نے بعض اشخاص کے خلاف دیئے تھے، پر حضرت فقیہ اعظم عامل اور حامی تھے۔ مثلاً علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری (۲۷) (۱۸۹۶-۱۹۶۱ء) نے علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی (۱۸۸۸-۱۹۶۳ء) کی کتاب "تذکرہ" کی بعض عبارات پر گرفت کرتے ہوئے ان کو ملحد اور زندیق قرار دیا۔ علامہ ابو الحسنات قادری کے موقف کی تائید دہلی اور پنجاب کے اکابر علمائے اہل سنت و جماعت نے کی اور ان کی تحریر پر تصدیقی دستخط کیے۔ حضرت فقیہ اعظم اور مولانا ابو النور محمد بشیر نے بھی علامہ ابو الحسنات قادری کے موقف کی تائید کی اور تصدیقی دستخط کیے۔(۲۸)

معمولات:

حضرت فقیہ اعظم نے بڑی مصروف اور بامقصد زندگی بسر کی۔ خانگی ذمہ داریوں کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف، امامت و خطابت، تصوف، طب و حکمت کے علاوہ سیاسی اور سماجی حلقوں میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا۔ لیکن ان تمام مصروفیات کے دوران آپ اپنے آپ کو تزکیہ نفس اور ذاتی محاسبہ کے عمل سے بھی گذارتے رہے اور اپنے آپ کو ہمہ وقت اپنے مقصد کے حصول کے لئے تیار کرتے رہے۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ تہجد کی ادائیگی کے لئے اول وقت میں گھر سے مسجد کے حجرہ میں تشریف لے آتے اور نہایت خشوع و خضوع سے تہجد ادا کرتے تھے۔ بعد ازاں استغفار، درود شریف، ذکر و مراقبہ میں مصروف ہو جاتے۔ نماز فجر کے بعد آپ ختم خواجگان نقشبندی پڑھتے۔ بعد میں تلاوت قرآن مجید فرماتے پھر حدیث و کتب دیگر کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔ مولانا مشتاق احمد نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ میں نے کئی بار حضرت فقیہ اعظم کو دوران تلاوت قرآن مجید و

احادیث، روتے ہوئے دیکھا۔(۲۹) مولانا ابوالنور محمد بشیر بیان کرتے ہیں کہ والد ماجد ہروقت مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ احادیث کی تمام کتب پر ان کے حواشی اور مختلف حوالے درج ہیں جو آج بھی میرے کام آتے ہیں۔(۳۰) دن بھر کی دیگر مصروفیات کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم کا معمول تھا کہ آپ بعد از نماز عشاء ایک مجلس میں مسائل دینیہ بیان فرماتے تھے۔ آپ اہل مجلس کو خود ترغیب دیتے تھے کہ مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھو تاکہ خود سائل کی اور مجلس میں موجود دوسرے احباب کی تعلیم ہو جائے۔ آپ دقیق سے دقیق مسئلہ کو بھی عام فہم انداز میں بیان کرتے تاکہ کم سمجھ والے احباب بھی مسئلہ کی اصلی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں۔ یہ مجلس تقریباً" ایک گھنٹہ تک جاری رہتی اور بعد میں دعائے خیر پر اس کا اختتام ہو جاتا تھا۔(۳۱)

ہم عصر علماء و مشائخ

حضرت فقیہ اعظم کے ہندوستان بھر کے علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت سے قریبی اور دوستانہ تعلقات تھے۔ بعض سے تو آپ کی باقاعدہ خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔ جس میں کبھی کسی مسئلہ پر فتویٰ دیا جارہا ہوتا یا کسی فتویٰ کی تائید کی جاتی یا کسی مسئلہ کی قرآن و حدیث سے وضاحت پیش کی گئی ہوتی۔ بعض علمائے کرام سے آپ کی ملاقات صرف جلسوں یا اس طرح کی دوسری تقریبات میں ہی ہوتی تھی۔ لیکن بعض علماء و مشائخ سے آپ کے گہرے دوستانہ و برادرانہ تعلقات تھے۔ جن میں نمایاں نام یہ ہیں۔

علامہ فضل میراں۔ ساکن رامکے، ضلع گجرات

مولانا کریم بخش۔ ساکن رامکے، ضلع گجرات

مولانا پیر محمد ہاشم جان سرہندی (۳۲) (۱۹۰۶-۱۹۷۵ء)

مولانا سید فتح علی شاہ قادری

پیر سید معصوم شاہ (۳۳) (م-۱۹۴۹ء)، بانی نوری کتب خانہ، لاہور

علامہ محمد نور بخش توکلی (۳۴) (۱۸۷۷-۱۹۴۸ء)

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

حکیم خادم علی سیالکوٹی

مولانا پیر عبدالغفار شاہ کشمیری

مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری

مولانا محمد عالم قلعداری

مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد محدث لائلپوری

مولانا مفتی سید شاہ آل مصطفیٰ۔ بمبئی

مولانا غلام احمد امرتسری

مولانا خواجہ نواب الدین رامدسی چشتی (۳۵)

پیر سید حیات محمد شاہ سیالکوٹی

مولانا پیر محبوب احمد الملقب بہ خیر شاہ امرتسری

مولانا محمد نور الحسن سیالکوٹی

مولانا محمد کرم الدین دبیر

مولانا قاضی عالم الدین

مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (۳۶)

یہ تمام علمائے کرام و مشائخ عظام، حضرت فقیہ اعظم کی بڑی عزت کرتے تھے اور ان کو اہل سنت و جماعت کے لئے باعث رحمت تصور کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل وہ القابات و خطابات ہیں جو مختلف مواقع پر علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت نے حضرت فقیہ اعظم کے لئے اپنی تقریروں اور تحریروں میں استعمال کئے۔ جن سے ان کے شریعت و طریقت میں اعلیٰ مقام کی نشاندہی ہوتی ہے۔

مولانا الاعلم، فقیہ اعظم، مولانا وبالفضل اولینا، راس المفسرین، استاذ المحدثین، علامہ دہر، فہامہ عصر، وحید العصر، عالم شریعت، امام شریعت، شیخ طریقت، فخر الاولیاء، قبلہ عالم، شیر اسلام، مفتی پنجاب، قطب زمانہ، علامہ زماں، رئیس الفقہا، استاذ العلماء، امام ربانی، قطب یزدانی، اعلیٰ حضرت، صوفی کامل، علمبردار حنفیت، ماحی بدعت، محقق و محدث، عارف طریقت، حامی سنت، ناصر ملت، کاسر بدعت، دافع نجدیت، فاضل جلیل، عالم نبیل، حامی سنن، ماحی فتن، مفتی دوراں، فخرالمحققین، بدرالمد قفین، حجتہ الاسلام والمسلمین، فاضل اجل، مفتی اعظم، کلیم وقت، سلطان القلم، فخر زمین اور ضیغم ملت۔

کرامات:

حضرت فقیہ اعظم، جنہیں شیخ طریقت، فخر الاولیاء، قطب زمانہ، امام ربانی اور قطب یزدانی جیسے القابات سے جید علمائے کرام و مشائخ عظام نے نوازا ہو، ان جیسی شخصیت سے ہزارہا کرامات منسوب کرنا بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔ لیکن الاستقامتہ فوق الکرامتہ اور الاستقامتہ افضل من الف کرامتہ کے تحت، حضرت فقیہ اعظم کی ساری زندگی ہی کرامت کے زمرے میں آجاتی ہے۔ کیونکہ آپ ساری عمر سنت نبوی پر عمل پیرا رہے اور اس عمل پر استقامت اتنی کہ مہد سے لحد تک قال اللہ و قال رسول اللہ ﷺ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ تاہم اگست ۱۹۴۱ء میں ایک واقعہ ایسا ہوا جس سے حضرت فقیہ اعظم کے مقبول بارگاہ رسالت ہونے کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مینوں عشق نبی دا ہے مرض لگا
نہ پلائیں طبیبا کوئی ہور دوا

مولانا ابوالنور محمد بشیر اپنی کتاب "واعظ" میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۱۹۴۱ء میں حضرت والد صاحب پر فالج کا حملہ ہوا اور آپ سخت بیمار ہو گئے۔ ان دنوں سیالکوٹ چھاؤنی میں ایک بنگالی ڈاکٹر تھا جو بڑا قابل تھا۔ اس کو علاج کے لئے بلایا گیا۔ اس نے آکر مایوسی کا اظہار کیا کہ حملہ سخت ہے اور یہ کہ بڑھاپے کا فالج بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ تاہم اس نے بے دلی سے علاج شروع کیا۔ ادھر والد صاحب کی حالت یہ تھی کہ ان کی دونوں ٹانگیں بے جان ہو چکی تھیں، کھڑے ہونا تو درکنار، آپ بیٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ ہم سب بڑے پریشان تھے کہ والد صاحب کا عشق نبی ﷺ رنگ لایا اور ایک معجزہ ہوا۔ ہوا یوں کہ ایک رات جب والد صاحب سو رہے تھے اور میں پاس بیٹھے پنکھا ہلا رہا تھا کہ اچانک والد صاحب کی آنکھوں سے سوتے میں آنسو جاری ہو گئے۔ اسی وقت آپ بیدار ہوئے اور مجھ سے پوچھا کہ تم نے کچھ دیکھا؟ میں نے بس یہی کہا کہ آپ سوتے میں رو رہے تھے۔ اس پر والد محترم نے رو کر کہا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تھے اور اپنے دست رحمت سے میری آنکھوں کو کھول کر فرمایا کہ "آنکھیں کھولو اب ہم ایک دوسرے مریض کی جانب جا رہے ہیں" والد ماجد نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ میری آنکھیں کھول کر مجھے اچھا فرما گئے ہیں۔ مجھے اٹھاؤ میں اب ٹھیک ہوں۔

یا تو یونہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منت غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

مولانا ابوالنور محمد بشیر مزید لکھتے ہیں کہ میں نے اسی وقت انہیں کھڑا کیا تو یہ دیکھ کر فرط مسرت سے آنکھیں پر نم ہو گئیں کہ ٹانگوں میں طاقت آگئی ہے اور وہ بوجھ سہارنے لگی ہیں۔ میں نے ان کو پھر لٹا دیا اور صبح ہی والد صاحب نے چلنا شروع کر دیا۔ اس واقعہ کا بہت چرچا ہوا اور لوگ دور دراز سے زیارت کو آنے لگے۔ ڈاکٹر بھی حیران ہو گئے۔ دو دن کے بعد حضرت صاحب بالکل ٹھیک ہو گئے۔ اس کرم نبوی کی خوشی میں ایک محفل میلاد ہوئی جس میں دور دور سے لوگ آئے۔ علمائے کرام نے حضور اکرم ﷺ کے دافع البلاء ہونے پر تقریریں کیں اور نعت خواں حضرات نے اس موضوع پر نعت خوانی کی۔ خود حضرت والد ماجد نے آخر میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "اس واقعہ کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ دافع البلاء نہیں ہیں۔ میری طرف دیکھ کر حضور ﷺ کے دافع البلاء ہونے پر ایمان لاؤ"۔(۳۷)

ملفوظات:

صرف اہل سنت و جماعت (بریلویہ) ہی صراط مستقیم پر قائم ہیں۔

ہر وہ کام جس کی ممانعت رسول اللہ ﷺ نے نہ فرمائی ہو، نیک نیت کے ساتھ کرنا جائز اور کار ثواب ہے۔

جس کو جو کچھ ملتا ہے حضور ﷺ ہی کے ہاتھوں ملتا ہے اور وہ ہر ایک کو حسب مراتب عطا فرماتے ہیں۔

اصل ایمان رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے اگر محبت نہیں تو کچھ نہیں۔ اگرچہ لمبی لمبی نمازیں پڑھے اور اگر محبت ہے تو یقیناً اپنے محبوب کے ساتھ اس کا حشر ہو گا اگرچہ اعمال میں قصور ہو۔

ولایت ایک شان خاصہ ہے جو اللہ تعالیٰ صابر و شاکر اور رضائے الٰہی پر راضی رہنے والے مومنین کو عطا فرماتا ہے۔

نفس کے دھوکوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے ایک بار فرمایا کہ مولویوں کا نفس بھی مولوی ہوتا ہے ان کو ایسے حیلے سکھاتا ہے جس پر مولوی بند ہو جاتے ہیں جواب نہیں دے سکتے۔ دنیا کے حصول کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ اسے بھی دین ہی سمجھا جاوے۔ اس طرح جس حال میں آدمی ہو اسی رنگ میں اسے گمراہ کرتا ہے۔ جو شخص صحیح مولوی، یعنی ولی اللہ کی بیعت، صحبت و اطاعت اور فضل

ربانی سے' اللہ تعالیٰ کا دوست بن جاتا ہے تو وہ نفس کے دھوکوں اور شیطان کے مکرو فریب سے نجات حاصل کرلیتا ہے۔

مرید و شاگرد کا فیوضات سے مالا مال ہونا یا ترقی نصیب ہونا پیر طریقت و ظاہری علوم کے استاد کی دعاؤں و روحانی توجہات اور اس کے والدین کی دعاؤں کا اثر ہوتا ہے۔

فقر علم کے بغیر اور علم فقر کے بغیر' انسان کو معراج انسانیت تک نہیں پہنچا سکتا۔ دوستو! یاد رکھو جس طرح فقر میں مستی ثواب ہے اسی طرح علم میں مستی گناہ کبیرہ ہے۔

فقر مقام نظر ہے اور علم مقام خبر' یہ دونوں نہریں ساتھ ساتھ چلیں تو ایک انسان اشرف المخلوقات کے سمندر سے مقام محمودہ کے کنارے جا لگتا ہے۔

عالم مثل پھل دار درخت کے ہوتا ہے اور پھل دار درخت کے پھل وہ شخص حاصل کر سکتا ہے جو درخت کو جھاڑے۔ اسی طرح عالم دین سے مسئلہ دریافت کرتے رہنا' علوم دین کے روحانی ثمرات سے مستفید ہونا ہے۔

اسلامی تصوف کتاب و سنت سے خارج کوئی علم نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ میں ہی داخل ہے۔ اسے علوم اسلام سے الگ سمجھنا جہالت عظمیٰ اور شریعت حقہ کو نامکمل سمجھ کر دین کی زبردست توہین اور عین بطالت ہے۔

ولایت اس کو ملتی ہے جو تہجد گذار ہو۔

کامل باعمل ولی اللہ کی صحبت و بیعت اختیار کرنے کے بغیر راستہ الٰہی کو طے کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ کیونکہ راستے میں خطرات نفس' خطرات شیطان موجود ہیں جن سے بچنا باعمل پیر کی صحبت و محبت کے بغیر مشکل ہے۔

اس زمانے میں مقلدین کے سوا جتنے فرقے ہیں وہ سب بدعتی ہیں جن کی مجالست و مخالطت ممنوع ہے۔

اللہ نے اپنی مغفرت کو مشیت پر موقوف رکھا ہے۔ جس کا ہمیں علم نہیں۔ اس لئے رات دن استغفار میں مشغول رہنا چاہئے۔

قساوت قلبی کا علاج اللہ کے مقبولوں کی غلامی اختیار کرنے میں ہے۔ جو شخص سر سے پاؤں تک بے ادب ہو۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں گستاخ ہو' ائمہ دین کی بے ادبی کرتا ہو'

حضرات مشائخ پر طرح طرح کے تمسخر کرے ایسا شخص امام بننے کا شرعاً" حقدار نہیں۔

حوالے:

۱۔ ذاتی انٹرویو مولانا ابوالنور محمد بشیر

۲۔ مشتاق احمد نقشبندی ' حضرت فقیہ اعظم: مختصر اوصاف حسنہ ' ماہ طیبہ ' نومبر ۱۹۶۱ء ' ص۔۲۰

۳۔ مشتاق احمد نقشبندی ' فقیہ اعظم کے دستورات مقدسہ پر ایک مختصر نظر ' ماہ طیبہ ' مارچ ۱۹۵۶ء ' ص۔ ۲۹

۴۔ ابو یوسف محمد شریف ' نماز مترجم منظوم پنجابی ' سیالکوٹ ' ۱۹۰۲ء ' ص۔ ۴۰

۵۔ ابو یوسف محمد شریف ' صداقت الاحناف ' سیالکوٹ ' س۔ن ' ص۔ ۵

۶۔ نماز مترجم منظوم پنجابی ' مصدر سابق ' ص۔ ۳

۷۔ الفقیہ ' ۷ - ۱۴ مئی ۱۹۴۴ء ' ص - ۱۰

۸۔ ایضاً " ' ۷ - ۱۴ دسمبر ۱۹۴۴ء ' ص۔ ۴

۹۔ ایضاً " ' ص۔ ۴

۱۰۔ ماہ طیبہ ' مارچ ۱۹۵۶ء ' ص۔ ۲۹

۱۱۔ ایضاً " اور نومبر ۱۹۶۱ء ' ص - ۲۲

۱۲۔ مولوی ابوالمنظور محمد نظام الدین ملتانی کے حالات کے لئے دیکھیں۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری (مرتب) ' تذکرہ اکابر اہل سنت ' لاہور ' ۱۹۷۶ء ' ص۔ ۵۴۹ -- ۵۵۰

۱۳۔ صداقت الاحناف ' مصدر سابق ' ص۔ ۱۷

۱۴۔ رشید نیاز ' اولیائے سیالکوٹ ' سیالکوٹ ' ۱۹۹۲ء ' ص۔ ۸۴

۱۵۔ ماہ طیبہ ' مارچ ۱۹۵۶ء ' ص۔ ۲۸

۱۶۔ ایضاً " ' نومبر ۱۹۶۱ء ' ص۔ ۲۰ -- ۲۱

۱۷۔ ایضاً " ' مارچ ۱۹۵۶ء ' ص۔ ۳۰

۱۸۔ ذاتی انٹرویو مولانا محمد افضل کوٹلوی

۱۹۔ ابو داؤد محمد صادق ' فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف صاحب کی ذات گرامی پر ایک نظر ' ماہ طیبہ ' مارچ ۱۹۵۴ء ' ص۔ ۲۸

۲۰- ماہ طیبہ' نومبر ۱۹۶۱ء' ص-۲۱

۲۱- ابو یوسف محمد شریف' اطاعت رسول" ماہ طیبہ' فروری ۱۹۵۳ء' ص-۲۶--۲۸

۲۲- ابو النور محمد بشیر' لبیک یا سیدی" سیالکوٹ' س-ن' ص-۲۱

۲۳- ماہ طیبہ' نومبر ۱۹۶۱ء' ص-۲۲

۲۴- غازی علم الدین شہید کے حالات کے لئے دیکھیں- رائے محمد کمال' غازی علم الدین شہید' لاہور' ۱۹۸۵ء اور ظفر اقبال نگینہ' غازی علم الدین شہید' لاہور' ۱۹۹۲ء

۲۵- ابو النور محمد بشیر' سنی علماء کی حکایات' لاہور' س-ن' ص-۶۹--۷۰

۲۶- ایضاً" ص-۷۰

۲۷- علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری کے حالات کے لئے دیکھیں- محمد عبد الحکیم شرف قادری' مصدر سابق' ص- ۴۲۲--۴۲۸ اور اقبال احمد فاروقی' تذکرہ علماء اہلسنّت و جماعت لاہور' لاہور' ۱۹۸۷ء' ص-۳۱۵--۳۳۵

۲۸- سید محمد احمد قادری' خاکساری مذہب اور اسلام' لاہور' ۱۹۳۹ء' ص- ۵۴

۲۹- ماہ طیبہ' مارچ ۱۹۵۶ء' ص-۲۸

۳۰- ذاتی انٹرویو مولانا ابو النور محمد بشیر

۳۱- ماہ طیبہ' مارچ ۱۹۵۶ء' ص-۲۸

۳۲- پیر محمد ہاشم جان سرہندی کے حالات کے لئے دیکھیں- محمد عبد الحکیم شرف قادری' مصدر سابق' ص-۵۰۷--۵۱۱

۳۳- پیر سید معصوم شاہ کے حالات کے لئے دیکھیں- اقبال احمد فاروقی' مصدر سابق' ص-۳۶۷--۳۶۸

۳۴- علامہ محمد نور بخش توکلی کے حالات کے لئے دیکھیں- ایضاً" ص-۲۹۶--۳۰۱

۳۵- حضرت خواجہ نواب الدین چشتی صابری' حضرت فقیہ اعظم کے سمدھی بھی تھے اور انہوں نے خواجہ صاحب کی نماز جنازہ' امرتسر جا کر پڑھائی تھی-

۳۶- علامہ ابو البرکات سید احمد قادری کے حالات کے لئے دیکھیں- سید محمود احمد رضوی' سیدی ابو البرکات' لاہور' ۱۹۷۹ء

۳۷- ابو النور محمد بشیر' واعظ (جلد اول)' لاہور' س-ن' ص- ۱۶۲--۱۶۴

باب: ششم

وصال

۱۹۴۹ء میں حضرت فقیہ اعظم کو دو صدموں کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلے ان کی اہلیہ محترمہ' پھر بڑے صاحبزادے مولوی محمد یوسف کا انتقال ہو گیا۔ حضرت فقیہ اعظم ان صدموں کی وجہ سے اکثر بیمار رہنے لگے۔ اسی دوران آپ پر نمونیہ کا حملہ ہوا جس سے آپ کی طبیعت مزید خراب ہو گئی۔ کچھ عرصہ کوٹلی لوہاراں میں ہی علاج کرایا گیا' لیکن جب آپ کو افاقہ محسوس نہ ہوا تو آپ کو بہتر علاج کے لئے راولپنڈی لایا گیا۔ یہاں آپ اپنے صاحبزادے مولوی محمد یوسف مرحوم کے گھر' واقع کوہاٹی بازار میں مقیم ہو گئے اور ڈاکٹر زاہد کے زیر علاج رہے۔ بالآخر ۱۵ جنوری ۱۹۵۱ء کو پیر کی رات' نوے سال کی عمر میں حضرت فقیہ اعظم کا وصال ہو گیا۔ آپ کے وصال کی خبر دنیائے سنیت میں انتہائی رنج و الم کے ساتھ سنی گئی۔ ہفت روزہ "رضوان" (لاہور) نے صفحہ اول پر آپ کے انتقال کی خبر شائع کی اور آپ کی شخصیت کے بارے میں اپنے ادارتی نوٹ میں لکھا کہ "حضرت موصوف کا وصال اہل سنت و جماعت کے لئے ایک ناگہانی مصیبت ہے۔ مولانا موصوف عالم باعمل متقی' پرہیزگار اور سلف صالحین کے حقیقی نمونہ تھے۔ آپ کی عمر شریف کا آخری لمحہ بھی یاد الٰہی میں اور دین کی اشاعت میں گذرا ہے۔ حق یہ ہے کہ آج دنیائے سنیت میں ایک ایسے محدث اور عالم باعمل کی کمی ہو گئی ہے۔ جس کا پورا ہونا ناممکن ہے"۔(۱) جناب قربان رضوی نے حضرت فقیہ اعظم کی وفات پر قطعۂ وصال کہا۔

فقیہ اعظم

صدمہ یہ سنیت پہ گزرا نہیں ہے کچھ کم
مرہون سوگواری آتا نظر ہے عالم
صمصام فقہ جن کی قاتل تھی نجدیت کی
دنیا سے اٹھ گئے وہ حضرت فقیہ اعظم !(۲)

حضرت امیر ملت نے حضرت فقیہ اعظم کے وصال پر فرمایا کہ "مولانا محمد شریف کو میں جانتا

ہوں کہ وہ کیا تھے؟ وہ تو قطب زمانہ تھے اور میرا دایاں بازو تھے۔" (۳)

۱۶ جنوری کو راولپنڈی سے ایک ٹرک کے ذریعے، حضرت فقیہ اعظم کے جسد خاکی کو کوٹلی لوہاراں لے جایا گیا۔ جہاں آپ کے انتقال کی خبر پہنچتے ہی صف ماتم بچھ گئی تھی۔ ہائی سکول میں چھٹی کر دی گئی۔ تمام کاروبار زندگی بند ہو گیا اور لوگ دور دراز سے آکر کوٹلی لوہاراں میں جمع ہونا شروع ہو گئے تاکہ نماز جنازہ میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل کر سکیں۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

لوگوں کے انبوہ کثیر کی وجہ سے آپ کے جنازے کو بڑے بڑے بانسوں سے باندھ دیا گیا تھا تاکہ ہر کوئی جنازے کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کر سکے۔ آپ کے جنازے کا جلوس کوٹلی لوہاراں کے مرکزی عیدگاہ لے جایا گیا۔ جہاں مولانا محمد نورالحسن خطیب جامع مسجد ملا عبدالحکیم، سیالکوٹ نے نماز جنازہ کی امامت کی اور بعد از نماز عصر آپ کو وارے والی مسجد (آج کل اس کا نام مسجد شریفی ہے) کے پیچھے سپرد خاک کر دیا گیا۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کر چلے
اندھری رات سنی تھی، چراغ لے کر چلے

ایک روایت کے مطابق حضرت فقیہ اعظم نے وصال سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ "یہاں ہماری قبر بنے گی۔" (۴)

حضرت فقیہ اعظم کے وصال پر حضرت امیر ملت بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے نہ آسکے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی نمائندگی کے لئے اپنے پوتے کو مولانا ابوالنور محمد بشیر کے پاس تعزیت کے لئے بھیجا۔ مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی تعزیت کے لئے مولانا ابوالنور محمد بشیر کے پاس آئے اور فاتحہ خوانی کی۔ مولوی صاحب نے کوٹلی لوہاراں کی جامع مسجد اہلحدیث میں اپنے خطبہ جمعہ میں کہا کہ مولوی شریف صاحب علم کے پہاڑ تھے جو ان کی وفات کے بعد ختم ہو گیا۔ انہوں نے اپنے ایک خواب کا ذکر بھی کیا جس میں انہوں نے حضرت فقیہ

اعظم کو جنت میں سنہری چارپائی پر لیٹے ہوئے دیکھا تھا۔(۵) حضرت فقیہ اعظم کے پیر بھائی حکیم خادم علی سیالکوٹی نے ان کی وفات پر قطعہ کہا۔

تھی ملی قطب ولائت(۶) سے خلافت اسکو
اور حاصل تھی تصوف کی نہائت اس کو
ڈھونڈھتی پھرتی ہے اب اس کو نگاہ بیتاب
پر نہیں ملتا ہے ان کا زمانے میں جواب

حکیم صاحب کی نگاہ بے تاب، حضرت فقیہ اعظم کو اس دنیا میں تو اب نہیں ڈھونڈ سکتی تھی لیکن عالم رویا میں انہوں نے حضرت فقیہ اعظم کا دیدار کر ہی لیا۔ حکیم صاحب اپنے ایک خط، جو انہوں نے مولانا ابوالنور محمد بشیر کو لکھا، میں لکھتے ہیں کہ

.... والا شان حضرت عالی جناب الحاج سید جماعت علی شاہ صاحبؒ اور اپنے رفیق شفیق حضرت فاضل اجل، فقیہ اعظم مولانا محمد شریف صاحب کی عالم رویا میں ایک جگہ اکٹھے زیارت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ! نہایت شاداں ہیں، بہت باتیں ہوتی رہیں۔ مگر ان کے دیدار فرحت آثار سے کچھ ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ باقی سب باتیں بھول گئیں۔ (۷)

۲۴ فروری بروز ہفتہ حضرت فقیہ اعظم کا چہلم ہوا۔ جس میں شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی ابوالبرکات سید احمد قادری، مولانا سید فتح علی شاہ رضوی، مولانا محمد یوسف سیالکوٹی، مولانا محمد شریف صاحب باجڑوی، قاضی عبدالحکیم، مولانا حبیب احمد خان، حکیم خادم علی سیالکوٹی، مولانا محمد عالم (مراکیوال)، علامہ سید ولایت حسین سرحدی، مولانا محمد شفیع (ڈھلے والی)، مولانا محمد دین، مولانا لال دین اور مولانا غلام الدین (م۔ ۱۹۶۸ء) کے علاوہ نعت خواں حضرات بھی شریک ہوئے۔ حضرت فقیہ اعظم کے مریدین و متوسلین بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ نماز ظہر کے بعد قرآن خوانی ہوئی اور ختم پڑھا گیا۔ بعد میں نعت خوانی ہوئی اور علمائے کرام نے مختصر تقریریں کیں جن میں حضرت فقیہ اعظم کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ عصر تا عشاء تک مساکین میں کھانا تقسیم کیا گیا۔ عشاء کے بعد دوسرا اجلاس ہوا۔ اس میں بھی حاضرین کی کافی تعداد موجود تھی۔ اس اجلاس میں نعت خوانی کے بعد

علمائے کرام نے فضائل فقیہ اعظم بیان کئے۔ اس اجلاس میں کوٹلی لوہاراں کے پوسٹ ماسٹر سوبھا سنگھ نے بھی تقریر کی اور حضرت فقیہ اعظم سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ یہ اجلاس صبح چار بجے تک جاری رہا۔ بعد میں سلام و دعا کے ساتھ چہلم اختتام پذیر ہوا۔ (۸)

مزار کی تعمیر:

حضرت فقیہ اعظم کے چہلم کے پہلے اجلاس میں مولانا محمد یوسف سیالکوٹی نے مزار شریف کی تعمیر کے لئے امداد و تعاون کی اپیل کی۔ چنانچہ مزار کی تعمیر کے لئے سب سے پہلے مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری نے سو روپے کا چندہ دیا۔ اس کے بعد اجلاس میں موجود دیگر حاضرین نے مزید سوا سو روپے کے قریب چندہ دیا۔(۹) "ماہ طیبہ" میں مزار کی تعمیر کے لئے مزید چندہ کی اپیلیں شائع ہوتی رہیں۔ جس کا بڑا مثبت رد عمل ہوا اور حضرت فقیہ اعظم کے مریدین و متوسلین، رشتہ داروں کے علاوہ عرب ممالک میں مقیم اہل کوٹلی لوہاراں نے دل کھول کر چندہ دیا۔ مزار کی تعمیر کے ساتھ جامع مسجد دارے والی، جو کہ بہت شکستہ ہو چکی تھی، کی بھی تعمیر و مرمت کا کام ستمبر ۱۹۵۸ء میں شروع کر دیا گیا۔ تاہم وسائل کی کمی کے پیش نظر کچھ عرصہ مزار کی تعمیر کا کام معطل رہا۔ جولائی ۱۹۶۶ء میں ایک نئے جذبے اور ہمت سے اس کام کو از سر نو شروع کیا گیا اور جلد ہی گنبد سمیت مزار کی موجودہ عمارت مکمل ہو گئی۔

عرس:

کچھ عرصہ تک حضرت فقیہ اعظم کے دو عرس ہوتے رہے۔ ہجری سال کے مطابق ہر سال ۶ ربیع الاخر کو کوٹلی لوہاراں میں اور عیسوی سال کے حساب سے ہر سال ۱۵ جنوری کو جھلکی، متصل ڈالو والی، ضلع سیالکوٹ میں عرس کی تقریبات ہوتی رہیں۔ تاہم فروری ۱۹۶۱ء میں "ماہ طیبہ" کے ذریعے اعلان کیا گیا کہ آئندہ عرس صرف ہجری سال کے مطابق ہوا کرے گا۔ (۱۰) عرس کی تقاریب میں پاک و ہند کے مشہور علمائے کرام و مشائخ عظام کے علاوہ مشہور و معروف نعت خواں حضرات شریک ہوتے اور حضرت فقیہ اعظم کو خراج عقیدت پیش کرتے۔ حضرت فقیہ اعظم کے مریدین، متوسلین و متعلقین بھی بڑے ذوق و شوق سے عرس میں حاضر ہوتے تھے۔ آج بھی عرس کی تقاریب بڑے اہتمام سے منعقد کی جاتی ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم کے عرس میں کبھی کوئی غیر شرعی کام نہیں ہوا۔ عرس سے ایک دن پہلے اہل کوٹلی لوہاراں اپنے گھروں میں قرآن مجید ختم کر کے ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اگلے دن بعد از نماز ظہر مسجد میں پھر قرآن خوانی ہوتی ہے اور عصر کے بعد مزار پر رسم چادر پوشی ہوتی ہے اور اللہ ھو کا بالجہر ذکر ہوتا ہے۔ نعت خوانی کے بعد فاتحہ خوانی ہوتی ہے اور مغرب کے بعد لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ عرس کا مرکزی اجتماع نماز عشاء کے بعد منعقد ہوتا ہے جس میں علماء و خطباء اپنے مواعظ حسنہ سے عوام کو مستفید کرتے ہیں۔ یہ محفل رات گئے تک جاری رہتی ہے۔ آخر میں قیام و سلام کے بعد دعا کے ساتھ یہ تقاریب ختم ہو جاتی ہیں۔ عرس کے موقع پر مزار کو بڑی محبت و عقیدت سے آراستہ کیا جاتا ہے۔

کوٹلی لوہاراں کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم کا عرس بمبئی میں بھی ہوتا رہا۔ چنانچہ ۲۷ اگست ۱۹۶۳ء کو بزم مصطفیٰ ﷺ کے زیر اہتمام چندی بازار میں عرس منعقد ہوا۔(۱۱) ۴ ستمبر ۱۹۶۴ء کو بمبئی ہی میں رفاعیہ مسجد، چندی بازار میں عرس ہوا جس میں بزم مصطفیٰ ﷺ کے صدر، مولانا عبدالقادر کھتری کے علاوہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے صدر مولانا مفتی سید آل مصطفیٰ نے تقریریں کیں۔ جلسہ میں دیگر علمائے اہل سنت و جماعت بھی موجود تھے۔ جن میں مولانا عبداللہ قریشی اور حافظ محمد یوسف گودھر والے کے نام نمایاں ہیں۔ مفتی آل مصطفیٰ نے اپنی تقریر میں حضرت فقیہ اعظم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مولانا پیر محمد شریف صاحب نہایت ہی متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ ہمیں ان کے نقش قدم پر چل کر اپنی مذہبی کمزوریوں کی اصلاح کرنی چاہئے۔(۱۲)

منقبت:

جناب مختار ضیائی، کراچی کی ارسال کردہ منقبت جو بارہویں عرس کے موقع پر پڑھی گئی۔

اللہ اللہ شرف و شان فقیہ اعظم علماء جانتے ہیں آن فقیہ اعظم
حنفی فقہ کی تبلیغ سدا فرمائی حنفیوں پہ ہے احسان فقیہ اعظم
'کوٹلی'، 'علم کے کوٹھ' سے ہوئی مالا مال مرحبا چشمہ فیضان فقیہ اعظم
عرس کی بزم ہے آراستہ سبحان اللہ! کیوں نہ ہو جاؤں میں قربان فقیہ اعظم
علماء کا مجمع ہے یہاں احباء ہیں یہاں قلب میں سب کے ہے ارمان فقیہ اعظم
اعلیٰ حضرت کی نیابت کا شرف حاصل ہے ارفع و اعلیٰ ہے ہر شان فقیہ اعظم
نقش ہے نام نبی لوح جبیں پر ان کے 'نقشبندی' ہے اک عنوان فقیہ اعظم
عالم و عامل و کامل سے عبارت ہیں جناب کسطرح سے ہو بیان شان فقیہ اعظم
'قال' تھا جو وہی تازیست رہا 'حال' ان کا صدق ہی صدق تھا اعلان فقیہ اعظم
علم و عرفان ملا 'کوٹلی لوہاراں' کو ہے ہر اک تابع فرمان فقیہ اعظم

ایک مدت سے ہے مختار تمنا دل میں
ہو میسر مجھے عرفان فقیہ اعظم (۱۳)

جناب قمر یزدانی، پنوانہ، ضلع سیالکوٹ کی ارسال کردہ منقبت جو سولھویں عرس کے موقع پر پڑھی گئی۔

آستانہ فقیہ اعظم

حریم انوار مصطفیٰ ہے فقیہ اعظم کا آستانہ
کہ رہنمائے رہ ھدیٰ ہے فقیہ اعظم کا آستانہ

یہ مکتب فکر و آگہی ہے یہاں سے ملتا ہے درس ایماں
وہ درس گاہ خدانما ہے فقیہ اعظم کا آستانہ

مثال نجم سحر درخشاں ہر ایک ذرہ ہے کوٹلی کا
کہ نور وحدت سے پر ضیا ہے فقیہ اعظم کا آستانہ

یہ علم و حکمت کا ہے خمستاں یہاں ہے گردش میں جام عرفاں
چلو چلو کہ بلا رہا ہے فقیہ اعظم کا آستانہ

تمام اہل وفا یہاں پر سر عقیدت جھکا رہے ہیں
الم نصیبوں کا آسرا ہے فقیہ اعظم کا آستانہ

وہ فخر دوراں خطیب ملت ہے نام نامی بشیر جن کا
وہ جن سے مائل بہ ارتقا ہے فقیہ اعظم کا آستانہ

بصد محبت چلو قمر تم کچھ اکتساب فیوض کر لو
کہ مرجع ہر شہہ و گدا ہے فقیہ اعظم کا آستانہ (۱۴)

حوالے:

۱۔ ہفت روزہ رضوان (لاہور)، ۲۸ جنوری ۱۹۵۱ء، ص۔ ۱

۲۔ ایضاً" ۲۴ فروری ۱۹۵۱ء، ص۔ ۷

۳۔ مشتاق احمد نقشبندی، قدماء صوفیہ عظام کی خصوصیات، ماہ طیبہ، اگست ۱۹۵۱ء، ص۔ ۱۶

۴۔ مشتاق احمد نقشبندی، فقیہ اعظم، ماہ طیبہ، جولائی ۱۹۶۸ء، ص۔ ۳۶

۵۔ ذاتی انٹرویو مولانا ابو النور محمد بشیر

۶۔ مراد ہے حضرت حافظ محمد عبد الکریم نقشبندی عید گاہ شریف، راولپنڈی

۷۔ حکیم خادم علی کا خط مدیر ماہ طیبہ کے نام، ماہ طیبہ، اپریل ۱۹۶۲ء، ص۔ ۸

۸۔ ابو النور محمد بشیر، حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کا چہلم شریف، رضوان، ۷ اپریل ۱۹۵۱ء، ص۔ ۱۱

۹۔ ایضاً"، ص۔ ۱۱

۱۰۔ ماہ طیبہ، فروری ۱۹۶۱ء، ص۔ ۴۵

۱۱۔ ایضاً"، اکتوبر ۱۹۶۳ء، ص۔ ۴۸

۱۲۔ ایضاً"، اکتوبر ۱۹۶۴ء، ص۔ ۴۹

۱۳۔ ایضاً"، نومبر ۱۹۶۱ء، ص۔ ۲۴

۱۴۔ ایضاً"، اگست ۱۹۶۶ء، ص۔ ۱۹

ضمیمہ — ۱

السندوالاجازة

بسم الله الرحمٰن الرحيم

اللّٰهم اليک اسناد الحمد و نهاية سلاسل الصّمد صلّ على حبلک الموصول المتّصل الغير المنقطع مرسلک المرفوع بوصلک فوق كلّ مرتفع و على آله و صحبه خير آل و صحبه رواة علم و حديثه طرق الوصول الىٰ ساحته الرّحب و بعد فسلام عليک ايها الفاضل **المولوى ابا يوسف محمد شريف الحنفى** الفنجابى السّيالكوتى سالتنى الاجازة ظنا منک انّى اهل لنالک ولست هنالک ولكن الرّحمٰن يداه مبسوطتان فاجزتک على بركة اللّٰه و بركة رسول اللّه اوّلا بالصّحاح السّتّة و مشكٰوة المصابيح و سائر كتب الحديث المتداولة و ثانيا بالسلسلة العليّة العالية القادرية البركاتيّة و وصيّتى لک التمسّک التّام بمنهب اهل السّنّة و مجانبة اهل البدع والفتنة و صرف العمر فى حمائية السّنن و اعانة اربابها و زكاية الفتن و اهانة اصحابها لاسيّما الدّيانبة فانّهم الفراعنة و اضرّ علىٰ المسلمين من ابليس اللّعين اعاننا اللّٰه و ايّاک من شرّهم اجمعين فنالک اعظم القرب و ارضى مرضاة للنّبىّ و الرّبّ و ان لا تنسانى من دعوتک الصّالحة المتوافرة بالعفوّ والعافية

فی الدّین والدّنیا والاٰخرة وکان ذالک لستّ
یّقین من المحرم الحرام سنة الف و ثلٰثمائة
وثمان و ثلٰثین من هجرة سیّد الانام علیه و
علیٰ اٰله و صحبه افضل الصلٰوة والسّلام قاله
بفمه و امر برقم **عبدا لمصطفی احمد رضا القادری**
البرکاتی البریلوی عفی عنه بجاه النّبی الامّی صلّی اللّٰه
تعالی علیه واله و صحبه و بارک و سلّم- امین - مہر

ضمیمہ - ۲

شجرۃ المشائخ النقشبندیہ المجددیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا الٰہی آیا ہوں میں التجا کے واسطے رحم کر تو اپنی ذات کبریا کے واسطے
جب تلک جیتا رہوں تیرا رہے ہر دم خیال اس محمدؐ مصطفیٰ خیرالوریٰ کے واسطے
نفس و شیطاں کے فریبوں سے مجھے لیجو بچا حضرت صدیق اکبر مقتدا کے واسطے
اپنی الفت میں خدایا محو کر اور شاد کر حضرت سلمان فارس پارسا کے واسطے
جتنی ہے غفلت میری سب دور کر دے اے خدا حضرت قاسم امام اولیا کے واسطے
کر طبیعت اسقدر میری کہ ہو وہ حق شناس جعفر صادق امام اتقیا کے واسطے
گرچہ عاصی ہوں ولیکن امت حضرت سے ہوں رحم کر تو بایزید پارسا کے واسطے
درد دل ایسا ہو یارب بھول جاؤں سب جہاں بوالحسن خرقانی فرخ نفا کے واسطے
علم و تقویٰ و عمل کر فضل سے اپنے عطا بو علی فارمدی پیر ہدے کے واسطے
ایسی دولت کر عطا مجھ کو کہ ہووے لایزال یوسف ہمدانی صاحب صفا کے واسطے
سوز دے ایسا کہ ہو جاؤں محبت میں فنا عبد خالق غجدوانی پیشوا کے واسطے
نور عرفاں سے مرا سینہ منور کر خدا خواجہ عارف ولی مشکلکشا کے واسطے
دور ہو دنیا رہے تیری محبت تیرا نام خواجہ محمود کامل بے ریا کے واسطے
اپنی رحمت سے خدایا بخش سب میرے گناہ اس علی رامیتنی فرخ نفا کے واسطے
ایسی ہمت دے رہوں میں ذکر میں صبح ومسا حضرت بابا سماسی رہنما کے واسطے
رکھ حفاظت میں مجھے اعدائے دیں سے اے خدا حضرت میر کلال باصفا کے واسطے
کچھ نہیں مجھ کو بھروسہ اپنے نیک اعمال کا فضل کر شاہ نقشبند بادشاہ کے واسطے

میرے دل پر کھولدے راہ طریقت اے خدا شاہ علاؤالدین تاج اولیا کے واسطے
دل میں ہو عشق محمدؐ ہو زباں پر تیرا نام حضرت یعقوب چرخی رہنما کے واسطے
الفت دنیائے دوں سب سرد ہو دلسے مرے خواجہ احرار شیخ اتقیا کے واسطے
دے مجھے وہ نور جس سے تو ہی تو آوے نظر حضرت زاہد محمدؐ با سخا کے واسطے
یا الٰہی جلد برآوے مرے دل کی مراد خواجہ درویش با حلم و حیا کے واسطے
تنگ آیاہوں بہت میں مکر سے شیطان کے رحم کرا مکنگی صاحب صفا کے واسطے
کرفنا عشق و محبت میں کہ مل جائے بقا خواجہ باقی باللہ اس کان حیا کے واسطے
نور وحدت سے مرے سینہ کو تو معمور کر حضرت شاہ مجدد مقتدا کے واسطے
نیک عملوں کی خدایا دے مجھے توفیق تو خواجہ معصوم فخراصفیا کے واسطے
عمر گذری سب کی سب لہو ولعب میں اے خدا بخش مجھ کو حجتہ اللہ پارسا کے واسطے
اپنا دیوانہ بنا لے اپنا مستانہ مجھے اس زبیر پیشوا صاحب صفا کے واسطے
عاشق صادق بنا لے مثل پروانہ مجھے شاہ محمدؐ اشرف پیر ہدا کے واسطے
کر مرا مقصود حاصل فضل سے اپنے خدا شاہ جمال اللہ عاشق باوفا کے واسطے
جام اپنے عشق کا یا رب مجھے جلدی پلا خواجہ عیسیٰ محمدؐ خوش ادا کے واسطے
دور کر غفلت مری سب بھول جائے ملک ومال خواجہ فیض اللہ حبیب کبریا کے واسطے
ذوق و شوق و معرفت اپنی محبت کر عطا خواجہ نور محمدؐ پارسا کے واسطے
تیرے در پر آپڑا ہوں کر دعا میری قبول اس فقیر محمدؐ نور الہدیٰ کے واسطے
درد دل حاصل ہو مجھ کو از طفیل اولیا حافظ عبدالکریم پیشوا کے واسطے

یا الٰہی اس شریف پر خطا کی یہ دعا
کر قبول اس سلسلہ کے اولیا کے واسطے

خاندان شریفی

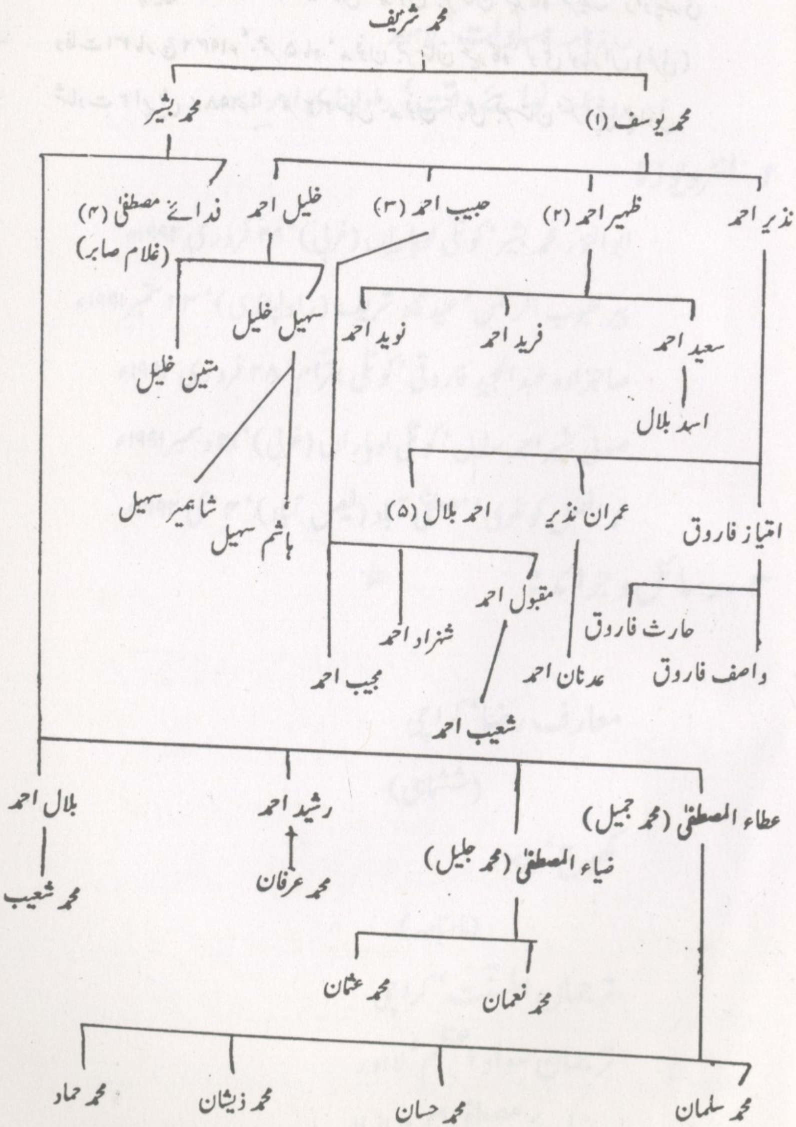

۱- وفات ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۹ء، مدفون قبرستان عید گاہ شریف، راولپنڈی

۲- وفات ۲۲ جنوری ۱۹۶۱ء، عمر ۴۴ سال، مدفون قبرستان عید گاہ شریف، راولپنڈی

۳- وفات ۱۹ اپریل ۱۹۷۸ء، عمر ۵۴ سال، مدفون قبرستان عید گاہ شریف، راولپنڈی

۴- وفات ۳۱ مارچ ۱۹۴۶ء، عمر ۵ ماہ، مدفون قبرستان عید گاہ، کوٹلی لوہاراں (غربی)

۵- شہادت ۲ اپریل ۱۹۸۷ء، عمر ۳۲ سال، مدفون آرمی قبرستان، کراچی چھاؤنی

ماخذ / مراجع

۱۔ اخبارات:

روزنامہ مساوات، لاہور

روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی اور لاہور

۲۔ انٹرویوز:

ابوالنور محمد بشیر، کوٹلی لوہاراں (غربی)، ۲۹ فروری ۱۹۹۲ء

پیر محبوب الرحمٰن، عید گاہ شریف (راولپنڈی)، ۲۳ ستمبر ۱۹۹۱ء

صاحبزادہ عبدالمجید فاروقی، کوٹلی بہرام، ۲۸ فروری ۱۹۹۲ء

صوفی بشیر احمد سڈل، کوٹلی لوہاراں (غربی)، ۲۱ دسمبر ۱۹۹۱ء

محمد افضل کوٹلوی، مصطفیٰ آباد (فیصل آباد)، ۴ مئی ۱۹۹۲ء

۳۔ رسائل و جرائد:

معارف رضا، کراچی

(ششماہی)

کھوج، لاہور

(ماہنامہ)

ترجمان اہلسنّت، کراچی

ترجمان سواد اعظم، لاہور

رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ

ضیائے حرم، لاہور

عرفات، لاہور

ماہ طیبہ، سیالکوٹ

ماہ طیبہ، کوٹلی لوہاراں

(پندرہ روزہ)

ندائے اہلسنت، لاہور

(ہفت روزہ)

الفقیہ، امرتسر

الہام، بہاولپور

رضوان، لاہور

۴۔ کتب: (اردو)

اختر، عبدالحکیم خان، محدث اعظم کچھوچھوی اور پاکستان، لاہور، ۱۹۸۹ء

امرتسری، محمد موسیٰ، مولانا غلام محمد ترنم، لاہور، ۱۹۷۱ء

انجمن تبلیغ صداقت، سل الصوارم الصمدیہ علیٰ حلیف شیاطین النجدیہ، بمبئی، ۱۹۴۰ء

بدرالدین احمد، سوانح اعلیٰ حضرت، لکھنؤ، ۱۹۶۳ء

بدر، محمد حسین، سات ستارے، لاہور، ۱۹۷۷ء

بہاری، محمد ظفرالدین، حیات اعلیٰ حضرت (جلد اول)، کراچی، ۱۹۵۰ء

بیگ، مرزا ذوالفقار علی، فیضان امیر ملت، حیدر آباد (دکن)، ۱۹۵۹ء

خادم، عبدالمجید، سیرت ثنائی، لاہور، ۱۹۸۹ء

خان، ایچ - بی، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

خان، شاہ احمد رضا، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (جلد ششم)، کراچی، ۱۹۸۵ء

رانا، خلیل احمد (مرتب)، انوار قطب مدینہ، لاہور، ۱۹۸۸ء

راہی، اختر، تذکرہ علمائے پنجاب (دو جلدیں)، لاہور، ۱۹۸۰ء

رشید نیاز، اولیائے سیالکوٹ، سیالکوٹ، ۱۹۹۲ء

-----، تاریخ سیالکوٹ، سیالکوٹ، ۱۹۵۸ء

رضوی، سید محمود احمد، سیدی ابوالبرکات، لاہور، ۱۹۷۹ء

رفیق دلاوری، ابوالقاسم، بالتوضیح عن رکعات التراویح، لاہور، س-ن

سید عالم (مرتب)، سنی کانفرنس ملتان، کراچی، س-ن

شاہ، سید اختر حسین، سیرت امیر ملت، لاہور، ۱۹۹۰ء

شاہ، سید کرم حسین، کاشف الاسرار، ج-ن، ۱۹۳۰ء

شرکت حنفیہ لمیٹڈ، انوار رضا، لاہور، ۱۹۸۴ء

شیخ، انیس احمد، لطف عمیم فی انوار الکریم، لاہور، ۱۹۷۹ء

صابری، نذر (مرتب)، تذکرہ علامہ صوفی نواب الدین رامدسی چشتی صابری، اٹک، ۱۹۹۰ء

صدیقی، محمد ابراہیم، تذکرہ جمیل، بریلی، ۱۹۹۱ء

عالم الدین، قاضی، کنز القدیم فی آثار الکریم، میرپور، ۱۹۸۷ء

عبد الرحمٰن، منشی، **سیرت اشرف** (دو جلدیں)، لاہور، س-ن

عبد الغنی، ایم (مرتب)، **رپورٹ: سالانہ اجلاس انجمن اتحاد المسلمین کوٹلی لوہاراں مغربی: منعقدہ مورخہ ۱۲- ۱۳ جون ۴۳ء**، راولپنڈی، ۱۹۴۳ء

عطار، شیخ احمد عبد الغفور، **محمد بن عبد الوہاب** (ترجمہ- محمد صادق خلیل)، لاہور، ۱۹۷۵ء

غلام محمد، **حیات اشرف**، کراچی، ۱۹۶۳ء

فاروقی، اقبال احمد، **تذکرہ علماء اہلسنّت و جماعت لاہور**، لاہور، ۱۹۸۷ء

----- (مرتب)، **دار العلوم انجمن نعمانیہ لاہور کا تعارف**، لاہور، ۱۹۹۰ء

قادری، سید محمد احمد، **خاکساری مذہب اور اسلام**، لاہور، ۱۹۳۹ء

قادری، شاہ مانا میاں، **سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی**، کراچی، ۱۹۷۰ء

قادری، محمد جلال الدین، **محدث اعظم پاکستان** (دو جلدیں)، لاہور، ۱۹۸۹ء

قادری، محمد عبد الحکیم شرف (مرتب)، **تذکرہ اکابر اہل سنت**، لاہور، ۱۹۷۶ء

قادری، مفتی محمد عبد القیوم، **تاریخ نجد و حجاز**، لاہور، ۱۹۷۸ء

قصوری، عبد المجید، **امیر ملت کے قومی کارنامے**، آگرہ، ۱۹۲۵ء

قصوری، محمد صادق، **امیر ملت اور ان کے خلفاء**، سیالکوٹ، ۱۹۸۳ء

-----، انوار امیر ملت، قصور، ۱۹۸۳ء

-----اور مجید اللہ قادری (مرتبین)، تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، کراچی، ۱۹۹۲ء

-----اور محمد عبدالقیوم خان، امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس، لاہور، ۱۹۹۱ء

قصوری، محمد منشا تابش، دعوت فکر، مرید کے، ۱۹۸۳ء

کاظمی، سید احمد سعید اور غلام علی اوکاڑوی، التبشیر مع التنویر برد التحذیر، ساہیوال، س-ن

کلیم، محمد دین، تذکرہ مشائخ قادریہ، لاہور، ۱۹۷۵ء

گیلانی، سید مناظر احسن، سوانح قاسمی (تین جلدیں)، لاہور، س-ن

محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، لاہور، ۱۹۶۸ء

محمد امام الدین، احتیاط الظہر، امرتسر، س-ن

-----، تحذیر الناس عن وسوستہ الناس، ج-ن، س-ن

محمد بشیر، ابوالنور، ختم نبوت، سیالکوٹ، س-ن

-----، سنی علماء کی حکایات، لاہور، س-ن

-----، لبیک یا سیدیؐ، سیالکوٹ، س-ن

-----، واعظ (حصہ اول)، لاہور، س-ن

محمد شریف، ابو یوسف، اربعین حنفیہ، لاہور، س-ن

-----(مرتب)، اظہار الحق، سیالکوٹ، س-ن

-----، صداقت الاحناف، سیالکوٹ، س-ن

-----، نماز مترجم منظوم پنجابی، سیالکوٹ، ۱۹۰۲ء

-----، نماز مدلل، لاہور، س-ن

محمد صلاح الدین محمود، خاک حجاز کے نگہبان، لاہور، ۱۹۸۴ء

محمد طفیل، خواجہ، تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار، سیالکوٹ، ۱۹۸۷ء

محمد عظیم (مرتب)، فتاویٰ علماء الامتہ فی ظہر الجمعہ، پشاور، ۱۹۳۹ء

محمد کرم الدین، رسائل ثلاثہ، ج-ن، ۱۹۲۹ء

محمد کمال، رائے، غازی علم الدین شہید، لاہور، ۱۹۸۵ء

محمد مسعود احمد، حیات امام اہلسنّت، لاہور، ۱۹۸۴ء

مناظرہ متعلقہ خمس ترویحہ، سیالکوٹ، س-ن

ناصری، محمد طفیل، ذکر پاکاں، لاہور، ۱۹۸۰ء

نعیمی، غلام معین الدین (مرتب)، حیات صدر الافاضل، لاہور، س-ن

نقشبندی، محمد رمضان (مرتب)، گلزار نقشبندیہ، لالہ موسیٰ، ۱۹۳۵ء

نگینہ، ظفر اقبال، غازی علم الدین شہید، لاہور، ۱۹۹۲ء

نیازی، لیاقت علی خان، قرآن، سائنس اور امام احمد رضا بریلوی، چکوال، ۱۹۹۱ء

ہزاروی، محمد صدیق، تعارف: علمائے اہلسنّت، لاہور، ۱۹۷۹ء

(انگریزی)

Khan, Ahmad Nabi. Sialkot, Lahore, 1964.

Latifi, A. The Industrial Punjab: A Survey

of Facts, Conditions and Possibilities,
London, 1911.

۵- مضامین : (اردو)

اخلاق احمد، میاں، حضرت امام سید نا علی الحق سیالکوٹی، ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور)، اپریل ۱۹۸۷ء

چشتی، صاجزادہ غلام مصطفیٰ، حضرت خواجہ نواب الدین رامدسی کی سوانح، پندرہ روزہ ندائے اہلسنّت (لاہور)، ۱۶--۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء

چشتی، عبدالحق ظفر، شیخ القرآن ابوالحقائق مولانا پیر خواجہ محمد عبدالغفور ہزاروی، ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور)، فروری ۱۹۹۱ء

چشتی، محمد رضا المصطفیٰ، تحریک پاکستان میں علمائے سیالکوٹ کا کردار، روزنامہ مساوات (لاہور)، ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء

-----، حضرت علامہ ابو یوسف محمد نورالحسن سیالکوٹی، ماہنامہ ترجمان سواد اعظم (لاہور)، اکتوبر ۱۹۸۰ء

-----، حضرت مولانا فقیر اللہ نیازی، ماہنامہ عرفات (لاہور)، اگست- ستمبر ۱۹۷۸ء

-----، شیخ القرآن مولانا عبداللہ قادری، روزنامہ مساوات (لاہور)، ۵ اکتوبر ۱۹۷۵ء

-----، علامہ ابوالبرکات سید احمد اشرفی قادری، ماہنامہ عرفات (لاہور)، نومبر ۱۹۷۸ء

حکیم خادم علی کا خط مدیر ماہ طیبہ کے نام، ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)، اپریل ۱۹۶۲ء

شاہ، محمد کرم، تحذیر الناس میری نظر میں، ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور)، اکتوبر ۱۹۸۶ء

عبدالعزیز، احتیاط الظہر، ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)، اکتوبر ۱۹۵۳ء

مجیب احمد، حضرت فقیہ اعظم اور فقہ حنفی، ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور)، اکتوبر ۱۹۹۱ء

-----، خلیفۂ اعلیٰ حضرت : فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف، سالنامہ معارف رضا (کراچی)، ۱۹۹۲ء

-----، فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی، ماہنامہ ماہ طیبہ (سیالکوٹ)، نومبر ۱۹۹۰ء

-----، مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی، روزنامہ نوائے وقت (راولپنڈی)، ۲۴ ستمبر ۱۹۸۲ء

محمد بشیر، ابوالنور، اعلیٰ حضرت بریلوی، ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)، نومبر ۱۹۵۲ء

-----، حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کا چہلم شریف، ہفت روزہ رضوان (لاہور)، ۷ اپریل ۱۹۵۱ء

محمد شریف، ابو یوسف، اطاعت رسول ﷺ، ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)، فروری ۱۹۵۳ء

-----، اہلحدیث کا ایک افتراء، ہفت روزہ الفقیہ (امرتسر)، ۲۱--۲۸ اگست ۱۹۴۶ء

----' قابل توجہ حضرات احناف' ہفت روزہ الفقیہ (امرتسر)'
۷---۱۴ نومبر ۱۹۴۴ء

----' ہمارے لیڈر' ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)' دسمبر
۱۹۵۶ء

محمد صادق' ابوداؤد' فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف صاحب کی ذات گرامی پر ایک نظر' ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)' مارچ
۱۹۵۴ء

----' مولانا شاہ محمد امجد علی صاحب اعظمی' ماہنامہ رضائے مصطفیٰ (گوجرانوالہ)' جنوری ۱۹۷۱ء

قادری' محمد انوار المصطفیٰ' صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی' ماہنامہ ترجمان اہلسنّت (کراچی)' اکتوبر - نومبر ۱۹۷۸ء

قادری' محمد جلال الدین' شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی' سالنامہ معارف رضا (کراچی)' ۱۹۹۱ء

قادری' محمد حامد ضیاء ' تاجدار ڈھوڈا شریف' ماہنامہ ماہ طیبہ (سیالکوٹ)' دسمبر ۱۹۹۱ء

قادری' محمد صادق' پیر محمد شفیع' ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور)' اگست
۱۹۷۶ء

قادری ' محمد ضیاء اللہ' تذکرہ مشائخ عظام علیہم الرحمتہ دربار عالیہ ڈھوڈا شریف' ماہنامہ ماہ طیبہ (سیالکوٹ)' دسمبر ۱۹۹۳ء

قادری، مفتی محمد خلیل خان، حضرت صدر الشریعیہ، ماہنامہ ترجمان اہلسنّت (کراچی)، فروری ۱۹۷۷ء

قصوری، محمد صادق، مغربی پاکستان کے خلفائے اعلیٰ حضرت، ہفت روزہ الہام (بہاولپور)، ۲۱ فروری ۱۹۷۵ء

کلیم، محمد دین، لاہور میں اہلسنّت کی مشہور درسگاہیں، ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور)، دسمبر ۱۹۷۳ء

نقشبندی، مشتاق احمد، حضرت فقیہ اعظم: مختصر اوصاف حسنہ، ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)، نومبر ۱۹۶۱ء

-----، فقیہ اعظم، ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)، جولائی ۱۹۶۸ء

-----، فقیہ اعظم کے دستورات مقدسہ پر ایک مختصر نظر، ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)، مارچ ۱۹۵۶ء

---، قدماء صوفیہ عظام کی خصوصیات، ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)، اگست ۱۹۵۱ء

-----، مکتوبات فقیہ اعظم، ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)، جون ۱۹۶۹ء

ہزاروی، محمد آصف، حضرت شیخ القرآن خواجہ محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی، ماہنامہ ماہ طیبہ (سیالکوٹ)، اکتوبر ۱۹۹۲ء (پنجابی)

نقوی، آفتاب احمد، سیالکوٹ دے کجھ غیر معروف پنجابی شاعر، چھماہی کھوج (لاہور)، جولائی - دسمبر ۱۹۸۱ء